شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

www.hazratmeersahib.com

گلشن میں بھی ہوں نالۂ صحرا لیے ہوئے

ایذائے خلق نے کیا خالق سے بھی قریب
فریاد کا ہر لمحہ سہارا لیے ہوئے

ارض و سما سے غم جو اُٹھایا نہ جا سکا
وہ غم تمہارا دل ہے ہمارا لیے ہوئے

ہر شعر مرا غم ہے تمہارا لیے ہوئے
اور دردِ محبت کا اشارا لیے ہوئے

اختر زمیں پہ اس طرح رہنے کی فکر کر
اپنے خدا کے غم کو خدارا لیے ہوئے

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

قرآن پاک کی روشنی میں
دینی خُدّام کے غموں کی تسلّی

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

www.hazratmeersahib.com

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے | محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہے تیرے نازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے | جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جُملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: قرآن پاک کی روشنی میں دینی خُدّام کے غموں کی تسلّی

نامِ واعِظ: محبی و محبوبی مرشدی و مولائی سراج الملّت والدّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطبِ زماں مجددِ دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم **محمد اختر** صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ: ۵ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۹/ جولائی ۱۹۹۹ء دوشنبہ بعد مغرب، کراچی
۱۳/ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۱/ اپریل ۱۹۹۸ء بروز ہفتہ، کراچی
۱۷/ ذوالحجہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۳/ فروری ۱۹۷۲ء بروز جمعرات، کراچی
۶/ شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۴/ مارچ ۱۹۸۹ء بروز منگل، الٰہ آباد (ہندوستان)
۲۹/ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ مطابق ۵/ اکتوبر ۱۹۹۴ء بروز بدھ، ایڈمنٹن (کینیڈا)

مقام: مسجد اشرف، گلشنِ اقبال کراچی، الٰہ آباد (ہندوستان) اور ایڈمنٹن (کینیڈا)

موضوع: قرآن پاک کی روشنی میں دینی خُدّام کے غموں کی تسلّی

مرتب: محبی و محبوبی حضرت اقدس سید عشرت جمیل میرؔ صاحب دامت برکاتہم خادمِ خاص و خلیفہ مجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ مطابق جولائی ۲۰۱۴ء

ناشر: اِدارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

فہرست

عنوان.................................صفحہ نمبر

عرضِ مرتب

یہ عظیم الشان وعظ بہ عنوان **قرآن پاک کی روشنی میں دینی خُدّام کے غموں کی تسلّی** ۵ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۹۹ء بروز دوشنبہ بعد نمازِ مغرب خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی کی مسجدِ اشرف کے منبر سے حضرت مرشدی نور اللہ مرقدہ کی زبانِ مبارک سے نشر ہوا۔ اس کے ساتھ دوسرے مواعظ کے اقتباسات جو اس مضمون سے متعلق تھے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت تفصیل سے بیان فرمائے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے سامنے کر دیئے جو اس میں شامل کر دیئے گئے اور الحمدللہ ایک عظیم الشان مربوط وعظ تیار ہوگیا۔ حضرت والاؒ کے دوسرے مواعظ کے اقتباسات جو اس میں شامل ہیں وہ یہ ہیں:

* ۱۳/ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۱/اپریل ۱۹۹۸ء بروز ہفتہ، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشنِ اقبال، کراچی
* ۱۷/ذوالحجہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۷۲ء بروز جمعرات، مدرسہ روضۃ العلوم، ناتھ ناظم آباد، کراچی
* ۶/شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۸۹ء بروز منگل، الٰہ آباد (ہندوستان)
* ۲۹/ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ مطابق ۵/اکتوبر ۱۹۹۴ء بروز بدھ، ایڈمنٹن (کینیڈا)

اللہ تعالیٰ کا احسان و کرم ہے کہ سفر و حضر میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ، مجالس کے ارشادات و ملفوظات اور تنہائی کے افادات احقر ٹیپ کر لیتا تھا۔ کینیڈا کے وعظ کے جو اقتباسات اس میں شامل ہیں وہ اللہ کی مدد سے عین وقت پر سامنے آ گئے جو خُدّامِ دین کی تسلّی کے عجیب و غریب علوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت تک حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے اور احقر کی مغفرت کا ذریعہ بنائے!

آمین یارب العالمین بحرمۃ سیّد المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

احقر سید عشرت جمیل ملقب بہ میؔر عفا اللہ عنہ

خادم خاص و خلیفۂ مجازِ بیعت حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ

۱۲/رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۱ جولائی ۲۰۱۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن پاک کی روشنی میں

دینی خدام کے غموں کی تسلی

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿٩٧﴾

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿٩٩﴾

(سورۃ الحجر : آیت نمبر ۹۷: تا ۹۹ پ: ۱۴)

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ

(تفسیر ابن کثیر)

بعض مضامین جمعہ کے دن بیان ہوتے ہیں تو پیر کے دن نہیں ہوتے۔ بعض دوست پیر کے دن آتے ہیں تو جمعہ کو نہیں آتے، لہٰذا مضامین مکرر بیان کرتا ہوں تاکہ جمعہ کے دن نہ آنے والے پیر کے دن سن لیں اور پیر کے دن نہ آنے والے جمعہ کے دن سن لیں۔ ایسا کرنے سے حاضرین اور غائبین دونوں کا فائدہ ہوجاتا ہے۔ افریقہ سے ایک مہمان آئے ہوئے ہیں۔ پہلے وہ ایک شعر سنائیں گے۔ ان شاء اللہ! اس کے بعد تقریر کروں گا۔ اس شعر کو میں اکثر پڑھتا رہتا ہوں جس کا مضمون یہ ہے کہ بادشاہوں کے سروں میں درد اور اللہ والوں

کے سینوں میں نور کا دریا بہہ رہا ہے ؎

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردسا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ وفا کے سینوں میں ایک نور کا دریا بہتا ہے

اہل اللہ سے متعلق نفس کے ایک دھوکہ کا علاج

اپنے مضمون کو پیش کرنے سے پہلے آپ کی آسانی اور سمجھانے کے لئے ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔ حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مثنوی مولانا روم'' میں فرمایا کہ ایک سمندری جانور ہے جس کا نام ''دریائی گاؤ'' ہے۔ وہ دریا ہی میں رہتا ہے اور رات کو بارہ بجے اندھیرے میں جنگل کی طرف نکلتا ہے۔ اپنے منہ سے ایک موتی نکالتا ہے جس سے پورا جنگل روشن ہوجاتا ہے اور جلدی جلدی سوسن، ریحان اور سنبل عمدہ عمدہ گھاس کھالیتا ہے۔ پھر سورج نکلنے سے پہلے پہلے سمندر میں واپس چلا جاتا ہے۔ تاجر اس کے موتی کے قدر داں ہوتے ہیں، وہ مٹکے میں گوبر، مٹی، کیچڑ اور بھوسہ سب ملا کر درخت کے اوپر بیٹھے ہوتے ہیں۔ جب دریائی گاؤ منہ سے موتی نکال کر جنگل میں ایک طرف رکھتا ہے اور اس کی روشنی میں گھاس چرنے دُور نکل جاتا ہے تو تاجر موتی کے اوپر ساری کیچڑ گرادیتے ہیں جس کی وجہ سے سارے جنگل میں اندھیرا ہوجاتا ہے۔ دریائی گاؤ اندھیرے میں ہر درخت کو سینگ مارتا اور پاگل کی طرح اپنے موتی کو تلاش کرتا ہے، لیکن جب موتی والی جگہ پر آتا ہے تو دیکھتا ہے یہاں مٹی، گوبر اور بھوسہ ہے۔ اس کی بدبو سے سمجھتا ہے کہ شاید میرا موتی یہاں نہیں ہوگا۔ وہ جگہ دیکھ کر چلا جاتا ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی مٹی مت دیکھو،

وہ بھی ہماری طرح کھاتے پیتے اور سوتے ہیں تو ان سے بدگمان مت ہوجاؤ، ان کے دل میں اللہ کی محبت، دوستی اور ولایت کا موتی چھپا ہوا ہے۔تم انسان ہو، دریائی گاؤ تو جانور ہے، اگر وہ اپنے موتی سے غافل ہوگیا تو اس پر کوئی الزام نہیں کہ وہ بے وقوف ہے، لیکن جس عقلمند کی قسمت اچھی ہوتی ہے، وہ اللہ والوں کو پہچان لیتا ہے کہ ان کے جسم کے آب و گل میں نسبت مع اللہ، تعلق مع اللہ کا موتی چھپا ہوا ہے، ان کے سر پر اللہ کی دوستی کا تاج ہے جو نظر نہیں آتا، ان کی روح اس تاج کو اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے۔ان کی گفتگو سے اندازہ ہوجاتا ہے، ان کی گفتگو میں ان کے نورِ باطن اور اللہ کی دوستی کی خوشبو ہوتی ہے۔جو اللہ سارے عالم کے گلستان کو اور پھولوں کو خوشبو دیتا ہے تو خالقِ خوشبوئے گلستانِ کائنات جس کے دل میں ہوگا تو اس کی زبان اور الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی خوشبو کیوں نہ ہوگی؟

اللہ والوں سے بدگمانی کی نحوست

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ والوں کے ساتھ بدگمانی کرتے ہیں، ان کی مثال اُس جانور کی سی ہے کہ اگر وہ موتی تلاش کرتا تو پاجاتا۔اللہ والوں کے جسم کی مٹی میں اللہ کی دوستی کا موتی چھپا ہوا ہے، اگر بدگمانی نہ کرتا تو اس موتی کو پاجاتا اور یہ بھی فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے جسم کے اندر نبوت کا موتی چھپا ہوا تھا، لیکن ظالم شیطان کو نظر نہیں آیا۔اللہ والوں سے بدگمانی شیطانی مرض ہے۔شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کردیا، یہ نہ سوچا کہ کس کا حکم ہے؟

خاک میں کس نے ملایا یہ تو دیکھ
شکر کر مٹی سوارت ہوگئی

اللہ کا حکم تھا، بے چون و چرا مان لینا چاہیے تھا۔شیخ کا حکم بھی شریعت

کے مطابق ہوتا ہے، اس کو شریعت کے حکم میں اضافہ کرنے کا حق نہیں ہے، مگر شیخ تربیت کے بارے میں جو کہہ دے، اُسے آنکھ بند کر کے من وعن تسلیم کرلو۔

نماز کی ایک رکعت میں دو سجدوں کا راز

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں رکوع ایک ہے، سجدہ دو ہیں، اس میں کیا راز ہے؟ سجدے تو دو ہیں، رکوع دو نہیں ہیں۔ فرمایا کہ اللہ نے شیطان کو جلانے کے لیے اہلِ ایمان پر دو سجدے رکھے تا کہ ہمارا مؤمن بندہ کہہ سکے کہ اے ظالم شیطان! نالائق مردود! تو نے ایک سجدہ بھی نہیں کیا، میں دو سجدے کرتا ہوں۔ ایسے ہی جنازہ کی نماز میں سینے کے سامنے امام کھڑا ہوتا ہے۔ تواضع کا تقاضہ تھا کہ ایک ولی اللہ کا جنازہ ہے تو اس کے پیر کی طرف کھڑے ہونا چاہیے، لیکن علامہ شامی ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فقہ شامی میں لکھتے ہیں کہ امام کو نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے سینے کے سامنے کھڑا ہونا اس میں نیک فالی ہے کہ اے اللہ! اس شخص کا سینہ حامل قلب ہے، اس کا قلب حاملِ ایمان اور حاملِ کلمہ ہے تو میں آپ سے اس میت کی مغفرت کے لیے اس کے قلب میں موجود کلمے کا واسطہ دیتا ہوں۔ سینہ میں دل اور دل میں ایمان ہے، اس لئے امام کو سینے کے سامنے کھڑا ہونے کا حکم ہے۔

جنازہ کے اوپر آیت کنندہ چادر ڈالنے کی ممانعت

جنازہ کے اوپر کلمہ شریف یا آیۃ الکرسی لکھی ہوئی چادر مت ڈالو کیونکہ چادر کا کچھ حصہ سرہانے پر ہوتا ہے اور کچھ حصہ پائنتی کی طرف ہوتا ہے۔ یہ اللہ کی عظمت کے خلاف ہے کہ اس کے کلام کا حصہ مُردے کے پیر کی طرف ہو۔

بتاؤ! اگر کوئی قرآن شریف کو مُردے کے پیر کی طرف رکھ دے تو لوگ اُس کو کتنا بدتمیز کہیں گے؟ الحمدللہ! میں اُس وقت تک نمازِ جنازہ نہیں پڑھاتا جب تک آیت والی چادر نہ ہٹوالوں۔ میرے پاس ایک سفید Extra چادر رکھی ہوتی ہے، جناب یہ نہ کہنا کہ میں انگریزی نہیں جانتا ہوں۔

حصولِ ولایت کی علامت

سن لے اے دوست جب ایّام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

جس کو اللہ اپنا ولی بنانا چاہتا ہے، سن لو! اختؔر نے اٹھارہ سال کی جوانی میں حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات میں پڑھا تھا کہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنا ولی بنانا چاہتا ہے تو اُس کو کسی ولی اللہ کی پیوند کاری عطا کردیتے ہیں۔ دیسی آم کو لنگڑا آم بنانے کی ٹیکنالوجی کی طرح اللہ تعالیٰ زمانے کے کسی ولی اللہ کی محبت اس کو دے دیتا ہے جس کے پاس پھر وہ آتا جاتا ہے یہی دیسی دل کو اللہ والا دل بنانے کی پیوند کاری ہے، وہ یہ لذتِ پیوند کاری لیتا ہے، کچھ دن کے بعد وہ دیکھتا ہے کہ میں کیا تھا اور کیا سے کیا ہوا جارہا ہوں ؎

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کردیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کردیا

جب انسان صاحبِ نسبت اور صاحبِ ولایت ہوجاتا ہے تو وہ خود محسوس کرلیتا ہے۔ اس کو دوسروں سے پوچھنا نہیں پڑتا کہ میں صاحبِ نسبت ہوا کہ نہیں؟ اس کا دل گواہی دیتا ہے کہ ؎

باز آمد شاہِ من در کوئے من
میرا بادشاہ میرے دل کی گلی میں آ گیا اور ؎

باز آمد آب من در جوئے من

اور میرا پانی میرے دریا میں آ گیا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جونپور میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تھا کہ حضرت! کیسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص ولی اللہ یا صاحبِ نسبت ہوگیا؟ فرمایا کہ جب آپ بالغ ہوئے تھے تو آپ کو خود پتہ چلا تھا یا نہیں؟ یا آپ کو دوستوں سے پوچھنا پڑا تھا کہ بھائیو! میں بالغ ہوا یا نہیں جیسے آدمی جسمانی بلوغ کو خود محسوس کرتا ہے ایسے ہی جو اللہ تک پہنچ جاتا ہے اور اللہ والا ہوجاتا ہے اُس کی روح اپنے اندر اس بلوغ کو محسوس کرتی ہے اُس کو کسی سے پوچھنا نہیں پڑتا۔

صحبتِ اہل اللہ کی روحانی لذت

اس کی دوسری علامت جو اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائی کہ نابالغ بچے سے کہو کہ ہم تمہاری شادی کرادیں۔ وہ کہے گا کہ شادی کی کیا شرائط ہیں؟ اُس کو بتایا جائے گا کہ روٹی، کپڑا، مکان دینا پڑے گا۔ بچہ کہے گا کہ اس سے زیادہ مزہ تو گلی ڈنڈے، پتنگ اُڑانے میں آتا ہے اور جب کبڈی کھیلتا ہوں تو کچھ نہ پوچھو کوئی یاد ہی نہیں آتا، نہ ماں باپ، نہ روٹی، نہ بوٹی، نہ لنگوٹی، لیکن جب یہی بچہ بالغ ہوجائے تو پھر کوئی محلے کا بڈھا اس کے کان میں کہہ دے کہ میں تمہارے لئے رشتہ تلاش کروں؟ وہ کہے گا کہ رشتہ جلدی تلاش کرو جتنا کہو اُتنا پستہ کھلاؤں گا۔ ایسے ہی جب بندہ کی روح بالغ ہوتی ہے تو پھر وہ ساری عبادات اللہ کی رضا کے لیے خوشی خوشی ادا کرتا ہے اور یہ عبادات صرف آسان نہیں بلکہ مزیدار ہوجاتی ہیں۔ جب مولیٰ کا عشق دل میں گھر کر جاتا ہے تو اللہ کے نام کی لذت پر فدا رہتا ہے پہلے جس گناہ کو چھوڑنا مشکل تھا، لیکن جب

شیخ کی صحبت سے وہ صاحبِ نسبت ہوجاتا ہےاور دیسی دل اللہ والوں کی صحبت کی پیوندکاری سے اللہ والا دل ہوجاتا ہےتو اب اس کی آنکھ حرام ملیدہ نہیں مانگتی۔ وہ جائز ملیدہ کھاتا ہےیعنی اپنی بیوی کومحبت سے دیکھتا ہے، ماں باپ کو دیکھتا ہے، شیخ کو دیکھتا ہے، آسمان دیکھتا ہے، زمین دیکھتا ہے، شجر وحجر دیکھتا ہے، بحر وجبل دیکھتا ہے،لیکن جہاں دیکھنے سے اللہ ناراض ہوتا ہے وہاں نظر نہیں ڈالتا۔ ناراضگی والی جگہ پر نہ دیکھنا دلیل ہے کہ اس کے اوپر خدائے تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت سے دبا ہوا ہے۔ دل تو اس کا بھی چاہتا ہے،مگر عظمتِ الٰہیہ سے دبا ہوا ہے۔

صاحبِ نسبت ہونے کی ایک نشانی

صاحبِ نسبت ہونے کی دوسری علامت یہ بھی ہے کہ اس کو گناہ سے بچنا آسان ہوجاتا ہے، بلکہ گناہ کرنا اُس کو مشکل ہوجاتا ہے۔ گناہوں میں اُسے موت نظر آتی ہےاور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں حیات محسوس ہوتی ہے کیونکہ اللہ خالقِ حیات ہے، جب حیات خالقِ حیات پر فدا ہوتی ہےتو بےشمار حیات اس کی حیات پر برستی ہےاور اس کی برکت سے سارے عالَم کو حیات ملتی ہے۔ ایسی حیات، حیات سازی بھی کرتی ہےمُردہ دلوں کو اس کی برکت سے زندگی ملتی ہے؎

زندگی پُر بہار ہوتی ہے
جب خدا پر نثار ہوتی ہے

زندگی خدا پر نثار کرکے تو دیکھو؎

لطفِ مے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

اے ظالم! تو نے تو Ground Floor کو حاصل کرنے کے لیے

اپنی زندگی وقف کی ہوئی ہے۔ تو نے پیشاب پاخانے کے مقامات پر ایمان بیچا ہوا ہے۔ اے پاخانے کے کیڑو! تم کیا جانو کہ خوشبوئے گلستانِ گل کیا چیز ہے؟ اس خالق گل پر فدا ہو کر تو دیکھو پھر اللہ تمہیں کیسی بہار دیتا ہے۔

اب میں اصل مضمون کی تشریح بیان کرتا ہوں۔ جس میں صوفیوں، سالکین اور اللہ کا راستہ طے کرنے والوں کے لئے عظیم الشان علوم چھپے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''لَقَدْ نَعْلَمُ'' اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم خوب جانتے ہیں، لَقَدْ میں لام تاکید کا، قَدْ تاکید کا، نَعْلَمُ ہمیں سارا علم ہے کہ، آپ کا سینہ غم سے گھٹ رہا ہے، یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ جو کفار آپ کو پاگل، جادوگر اور کاہن کہہ رہے ہیں یہ سارے ظالم ہیں، آپ کا سینہ گھٹ رہا ہے، اس غم سے تنگ ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا لوازمِ بشریت سے مقامِ نبوت بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔

آیت شریفہ میں ''سُبْحَانَ اللهِ'' اور ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کے الہامی اسرار

سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا خالق جس نے آپ کو کارِ نبوت تفویض کیا اور آپ کو پیغمبرانہ ذمہ داریاں دیں، یونانی حکماءِ اُمت کے روحانی مرض کی دوا کیا جانیں! اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا کہ جب کافر ایسی باتیں کریں تو آپ میرا نام لیجئے۔ میرے نام میں سیب کی طاقت ہے، انگوروں کی طاقت ہے، ساری دنیا کے خمیروں کی طاقت ہے، میرے نام میں آبِ زر بھی ہے اور آبِ زور بھی ہے۔ فَسَبِّحْ بس آپ کہئے سبحان اللہ آپ میرا نام لیجئے، لیکن دل میں خیال تھا کہ یہاں سبحان اللہ کہنے میں کیا راز ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی نے دل میں عطا فرمایا۔ بعض دفعہ جب میں سفر پر ہوتا ہوں تو تفسیر ساتھ نہیں ہوتی، پھر کتاب والے ہی سے فریاد کرتا ہوں کہ یہاں تو کتاب نہیں ہے، آپ ہی اس کا راز میرے دل میں ڈال دیجئے۔ آج بھی یہ خیال آیا کہ کافر جو آپ کو جادوگر اور پاگل کہہ رہے ہیں یہ

فَسَبِّحْ، سبحان اللہ میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں اس کا کیا ربط ہے؟ تو دل میں آیا "سُبْحَانَ اللہ" سے آپ کو دو فائدے ملے۔ ایک تو روحانی طاقت ملی اور روحانیت بڑھی۔ نبوت کی روحانیت علی منہاج النبوت ہوتی ہے۔ ولی اللہ کی روحانیت علیٰ منہاج الولایت ہوتی ہے۔ انبیاء کو جو روح عطا کی جاتی ہے، وہ روح اولیاء اللہ کو نصیب نہیں ہوسکتی۔ بڑی لائن کا ریلوے انجن ہائی پاور ہوتا ہے یا نہیں! اس کی آواز سے آدمی سمجھ جاتا ہے کہ بڑی لائن کی ریل جارہی ہے۔ پیغمبر کی آواز سے پتہ چل جاتا ہے کہ پیغمبرانہ شان ہے اور ہر ولی اللہ کی آواز سے اس کے دردِ نسبت کا پتہ چل جاتا ہے تو سبحان اللہ سے ایک تو آپ کو روحانی طاقت ملی۔

نمبر دو یہ کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ "سُبْحَانَ اللہ" کہیے جس سے میں آپ پر اپنی شان کا عکس ڈال دوں گا۔ جیسے میں بے نیاز ہوں، آپ کو بھی بے نیازی عطا کردوں گا۔ پھر آپ کو ان کافروں کی بدزبانی کی پرواہ ہی نہیں رہے گی، آپ کو غم پروف کردوں گا اور آپ کا جواب بھی ہوجائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس عیب سے پاک ہے کہ پاگلوں کو نبوت دے دے، اللہ تعالیٰ پاک ہے اس عیب سے کہ جادوگروں کو پیغمبر بنادے۔ تو اس سبحان اللہ میں کافروں کو دندان شکن جواب ہے کہ تم جو میرے نبی کو پاگل اور جادوگر کہہ رہے ہو تو اللہ تعالیٰ اس عیب سے پاک ہے کہ وہ کسی پاگل اور جادوگر کو نبی بنادے۔

اس کے بعد فرمایا "بِحَمْدِ رَبِّكَ" اپنے ربّ کی تعریف کیجئے کہ آپ سچے نبی ہیں اور نبوت ''کسبی'' نہیں، ''وہبی'' ہے، لہٰذا اس واھب کا شکر ادا کیجئے جس نے آپ کو بغیر کسب کے نبوت بخشی ہے، سیّد الانبیاء بنایا ہے، اس کے لئے آپ میری تعریف کیجئے لہٰذا میری حمد اور پاکی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ نقائص اور عیوب سے بھی پاکی بیان کیجئے۔ دونوں تعریف مل کر تب صحیح تعریف ہوتی ہے۔

جیسے بخاری شریف کی آخری حدیث ختم بخاری پر سنائی جاتی ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری چودہ جلدوں میں لکھی ہے۔ اس میں اس کی شرح فرماتے ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کے معنی لکھتے ہیں:

أَیْ أُسَبِّحُ اللّٰہَ عَنِ النَّقَائِصِ کُلِّھَا

کہ میں تمام عیوب سے اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں۔

وَبِحَمْدِہٖ أَیْ مُشْتَمِلًا بِالْمَحَامِدِ کُلِّھَا

میں ایسی پاکی بیان کررہا ہوں جو تمام خوبیوں کو بھی مشتمل ہو۔ میں تمام عیوب سے اپنے اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں، مگر کیسی سبحان اللہ!

وَبِحَمْدِہٖ أَیْ مُشْتَمِلًا بِالْمَحَامِدِ کُلِّھَا

جو ساری خوبیوں کو بھی مشتمل ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سجدہ سے نماز کی تعبیر بطور مجاز مرسل کے

وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ

پردے اُٹھے ہوئے بھی ہیں ان کی اِدھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگ در بھی ہے

بَیْنَ قَدَمَیِ الرَّحْمٰن آپ کا سر آجائے، اللہ تعالیٰ کے قدموں میں آپ کا سر آجائے لیکن اللہ تعالیٰ تو قدموں سے پاک ہیں۔ قدم سے مراد اللہ تعالیٰ کے قربِ اعلیٰ کی تجلیاتِ خاصّہ ہیں۔ بس یہاں سجدہ سے مراد پوری نماز ہے مگر سجدہ سے پوری نماز کو تعبیر کیا، اس کو مجازِ مرسل کہتے ہیں۔

وہ یتیم بچہ جس پر ابھی قرآن پاک کی ایک آیت نازل ہوئی، لیکن سارے عالَم کی آسمانی کتابیں اسی وقت منسوخ ہوگئیں جب غارِ حرا میں آیت ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ'' نازل ہوئی۔ اس ایک ہی آیت کے نازل ہونے

کے ساتھ ہی توریت، زبور، انجیل اور تمام آسمانی کتابیں منسوخ ہوگئیں۔ جس پر میرے شیخ ایک شعر پڑھا کرتے تھے ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانۂ ہفت ملت بشست

وہ یتیم بچہ جس پر ابھی پورا قرآن نہیں اُترا سارے کتب خانے منسوخ ہوگئے۔ تو مجاز مرسل اس کی زبان سے کیسے نکل سکتا ہے جس نے مختصر المعانی کے تمام فنون و بلاغت نہیں پڑھے، اتنا بلیغ کلام ایک اُمّی کی زبان سے جاری ہونا یہی دلیل ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور آپ سچے نبی ہیں اور سجدہ سے نماز کی تعبیر کرنا کیوں مجاز مرسل ہے؟ کیونکہ "تَسْمِيَّةُ الْكُلِّ بِاسْمِ الْجُزْءِ" ہے پوری نماز کو اس کے ایک جز یعنی سجدہ سے تعبیر کیا ہے۔

نماز باجماعت کے وجوب کا عاشقانہ راز

درسِ نظامی کے اہلِ فن اور اہلِ علم جانتے ہیں کہ ایک نبی اُمّی جس نے کوئی مکتبہ نہیں دیکھا، کسی استاد سے نہیں پڑھا، وہ کہاں سے مجاز مرسل پیش کرے گا اور مجازِ مُرسل کی دوسری مثال ہے :

وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ
(سورۃُ البقرۃ: اٰیۃ ۴۳)

اور رکوع کرو، رکوع کرنے والوں کے ساتھ یعنی نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ (اَیْ صَلُّوْا مَعَ الْمُصَلِّیْنَ)۔ اسی آیت سے علماءِ فقہ نے جماعت کا وجود ثابت کیا ہے اور اسی آیت سے جماعت کے وجوب سے اختر یہ ثابت کرتا ہے کہ تنہائیوں کی عبادت سے ولی اللہ نہیں ہوگے، جب تک کہ جماعت سے نماز پڑھ کر ملاقاتِ دوستانِ خداوندِ تعالیٰ نہ حاصل کرو ورنہ اکیلے حجروں میں سسکتے رہتے، تڑپتے رہتے اور روتے رہتے اور لوگ کہتے کہ واقعی بہت بڑا ولی اللہ ہے

لیکن نہیں ایسی بات نہیں، تنہائی کی عبادت کتنی ہی اعلیٰ ہو، اگر مسجد میں جماعت سے نماز نہیں پڑھی تو ولی اللہ نہیں ہو سکتے ہو، تارکِ جماعت فاسق ہوتا ہے۔ جماعت کے وجوب کا یہ راز اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ شاید ہی کسی کے دل میں یہ مضمون آیا ہو، لیکن لفظ ''شاید'' یاد رکھنا جو دعویٰ شکن ہے۔ یہاں رکوع بھی نماز کا ایک جزء ہے، یہ بھی ''تَسۡمِیَّۃُ الۡکُلِّ بِاسۡمِ الۡجُزۡءِ'' ہے جس میں پوری نماز کو رکوع کے ایک جز سے تعبیر فرمایا۔

امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک خاص نعمت

اور اس میں کیا راز ہے؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ دوسرے نبیوں کی اُمتوں کی نماز میں رکوع نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے امتناناً یہاں پر وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ سے جماعت کو واجب فرمایا تاکہ تمہارے اندر میرے اس احسان کا احساس پیدا ہو کہ دوسرے نبیوں کی اُمتوں کو ہم نے رکوع کی نعمت نہیں دی تھی۔ یہ نعمت صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کو عطا فرمائی گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری خاص نعمت

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ'' کی نعمت سوائے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پیغمبر کو نہیں دی۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ نعمت ملتی تو سب سے زیادہ حق حضرت یعقوب علیہ السلام کا تھا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کے غم میں ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ'' پڑھتے لیکن چونکہ اس سے پہلے کسی نبی کو یہ نعمت نہیں ملی، اسی لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے ''یٰۤاَسَفٰی عَلٰی یُوۡسُفَ'' کہا، ''ہائے یوسف افسوس۔'' ''اِنَّا لِلّٰہِ'' نہیں پڑھا۔ یہ نعمت خاص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔

تو یہ بتا رہا ہوں کہ جماعت کے وجوب میں ملاقاتِ دوستاں پوشیدہ ہے کہ اکیلے رہنے میں دل تو بہت لگے گا، اکیلے رونے میں مزہ بھی آئے گا، مگر ملاقاتِ دوستاں تمہارے لئے لازمی مضمون قرار دے رہا ہوں۔ ملاقاتِ دوستاں لازمی مضمون ہے، پانچوں وقت مسجد جاؤ، جماعت سے نماز ادا کرو اور میرے دوستوں سے ملو جمعہ کے دن اور دوستوں کی تعداد بڑھ جائے گی اور زیادہ دوستوں سے ملو۔ عید اور بقرہ عید کو اجتماع دوستاں اور زیادہ ہو جائے گا تو اور زیادہ دوستوں کی ملاقات نصیب ہوگی۔ اللہ پیسہ دے تو حج کرنے جاؤ۔ بین الاقوامی عاشقانِ خداوند تعالیٰ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے تمام ممالک کے عاشقوں کی زیارت کرو۔

جنت پر اہل اللہ کو مقدم رکھنے کا راز

اور ملاقاتِ دوستاں اتنی اہم ہے کہ جنت میں بھی سب سے پہلا حکم ہوگا فَادۡخُلِی فِی عِبَادِی کہ اے جنت والو! پہلے جنت کی نعمتوں میں مشتغل مت ہو، جنت کی نعمتوں کو ابھی استعمال مت کرو۔ پہلے اِن اللہ والوں کی زیارت کرو، پہلے میرے عاشقوں سے ملو، ''وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ'' جنت کا درجہ ثانوی رکھو، کیونکہ جنت حاملِ نعمت ہے اور میرے اولیاء اللہ نعمت دینے والے کو دل میں لیے ہوئے ہیں، یہ حاملِ منعم ہیں، پہلے ان کی زیارت کرو۔ یہ فَادۡخُلِی فِی عِبَادِی کی تفسیر کر رہا ہوں۔ پس دنیا میں بھی جو شخص آثار اور قرائن سے کوئی ولی اللہ پا جائے، تو سمجھ لو جنت کی نعمت اس کو یہیں مل گئی۔ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ والے جنت کے مکین ہیں اور جنت ان کا مکان ہے اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔ یہ میرے شیخ کی تقریر ہے۔ سچا شیخ بہت بڑی نعمت ہے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جس کی قسمت اچھی ہونے والی ہوتی ہے،

اللہ تعالیٰ اس کوکسی ولی اللہ سے رابطہ کرادیتا ہے۔جس دیسی آم کولنگڑا آم بننا اللہ اس کی قسمت میں لکھتا ہے اسی کولنگڑے آم کی پیوند کاری عطا کر دیتا ہے۔جس کی قسمت میں لنگڑا آم بننا نہیں ہے تو ہمیشہ دیسی آم ہی رہے گا، اس میں اور لنگڑے آم میں فاصلے رہیں گے، لہٰذا اللہ تعالیٰ جس شخص کو گناہوں سے توبہ نصیب فرمائے اورکسی ولی اللہ کی صحبت نصیب فرمائے توسمجھ لو یہ ولی اللہ ہونے والا ہے۔اگر ہگنے کے بعد ماں بچے کونہلا دُھلا رہی ہے، پھر کپڑے بدل رہی ہے تو یقیناً سمجھ لو کہ اب اس کو ماں کا پیار ملنے والا ہے۔جب کوئی بندہ گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو یقین کرلو اللہ تعالیٰ اس کا پیار لینے والا ہے اورتوبہ کی برکت سے یہ بھی باوفا اورمتقین کے درجہ میں شامل ہوجائے گا۔آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ اپنے رب کی بندگی کرتے رہئے یہاں تک کہ موت آجائے۔جملہ مفسرین نے یہاں یقین کے معنٰی موت لکھے ہیں۔

پیغمبرانہ فرائض کی بجا آوری کی تلقین

یہ پیغمبرانہ صفت اورپیغمبرانہ ڈیوٹیاں جوآپ کی ہیں یہ آپ کوآخرتک بجالانا ہیں۔جس سر میں غم ہو سجدہ میں پڑ جاؤ۔نماز شروع کردو۔جب سب سے بڑے مالک کے اوپر تمہارا سر فدا ہوجائے گا تو اس سر میں کوئی غم کا سودا نہیں رہے گا۔

وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ

آخری سانس تک اللہ تعالیٰ کی بندگی پیغمبروں پر علٰی منہاج النبوت فرض ہے اوراولیاء اللہ پر بھی علٰی منہاج الولایت ان کوادائے بندگی اوراپنی غلامی کی ادائیں دکھانا فرض ہے۔کسی مقام پرکوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اب ولی اللہ صاحب بہت اونچے مقام پر پہنچ گئے ہیں اورروزہ نماز معاف ہوگیا ہے۔

میں ان لوگوں کی رعایت سے بیان کر رہا ہوں جو ہفتہ میں ایک دن آ پاتے ہیں۔ کوئی جمعہ کو آتا ہے تو پیر کو نہیں آتا، پیر کو آتا ہے تو جمعہ کو نہیں آ پاتا، لہٰذا مضمون کے مکرر ہونے سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ کیوں بھائی! آپ کو کسی نے ایک آئسکریم جمعہ کو کھلائی، اگر پیر کے دن بھی وہی آئس کریم کھلا دے تو کیا آپ بُرا مانتے ہیں۔ اگر کوئی بُرا مانتا ہو تو ہاتھ اٹھائے۔ دیکھئے کسی ایک نے بھی ہاتھ نہیں اٹھایا تو میں آپ لوگوں کو جمعہ اور پیر کی ڈبل آئسکریم کھلا رہا ہوں، مگر مضمون میں تبدیلی ہو رہی ہے۔ یہی دلیل ہے کہ یہ آسمانی ڈش ہے۔ کبھی رٹی رٹائی تقریر نہیں کرتا ہوں ورنہ بالکل وہی الفاظ وہی باتیں ہوں، بولئے! تقریر کے عنوان میں تبدیلی آئی یا نہیں؟

دینی خادموں کی تسلّیِ قلب کے لیے عظیم الشان مضمون

اگر سکونِ قلب، جمعیتِ قلب اور اطمینانِ قلب سے دین کی خدمت مطلوب ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے لیے دشمن نہ پیدا کرتے اور قرآن پاک میں یہ آیت نازل نہ فرماتے: ''وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا'' (سورۃ الانعام آیۃ ۱۱۲) جتنے میرے نبی دنیا میں آئے ان میں سے ہر ایک کے لیے میں نے ایک دشمن بنایا اور اس میں کوئی استثنٰی بھی نہیں ہے کہ فلاں نبی کے لیے بنایا اور فلاں کے لیے نہیں بنایا اور اس جعل تکوینی کی نسبت بھی اپنی طرف فرمار ہے ہیں کہ جَعَلۡنَا ہم نے بنایا، یہ نہیں کہ کوئی اتفاقی دشمن پیدا ہو گیا۔ اسی کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

بھلا ان کا منہ تھا مرے منہ کو آتے
یہ دشمن انہی کے ابھارے ہوئے ہیں

تیرہ سال مکہ مکرمہ میں آپ کو کس قدر ستایا گیا۔ اونٹ کی اوجھڑی سجدے میں کافروں نے آپ کی گردن مبارک پر رکھ دی اور کافر اتنا ہنسے کہ ہنستے ہنستے

ایک دوسرے کے اوپر گر گئے۔ طائف کے بازار میں آپ کو پتھر مارے گئے، گالیاں دی گئیں، پاگل، مجنون اور جادوگر کہا گیا یہاں تک کہ مکہ شریف سے آپ کو ہجرت کرنا پڑی۔ پھر مدینہ شریف میں بھی کیسے کیسے غم آپ نے برداشت کیے اور وہاں بھی کفار نے آپ کو سکون کا سانس نہ لینے دیا یہاں تک کہ غم اٹھاتے اٹھاتے اور مجاہدہ فرماتے فرماتے آپ بوڑھے ہو گئے تو بوڑھے پیغمبر پر اللہ تعالیٰ کو کتنا رحم آیا ہو گا لیکن اس کے باوجود مدینہ پاک میں آپ کے لیے سکونِ قلب سے دین کا کام کرنے کا انتظام نہیں کیا گیا۔ آئے دن جہاد ہوتا رہا۔ روایت میں ہے کہ آپ جہاد سے واپس تشریف لاتے تھے اور اسلحہ اُتار کر زمین پر رکھنے نہ پاتے تھے کہ دوسرے جہاد کی خبر آجاتی تھی۔ ساری زندگی جہاد میں رہنا کتنا بڑا مجاہدہ اور کتنی بڑی تشویش ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیاروں کے لیے یہی پسند ہے کہ ہمیشہ مجاہدہ میں رہو اور مشاہدہ میں رہو۔ جتنا زبردست مجاہدہ ہو گا اتنا ہی زبردست مشاہدہ ہو گا۔

معلوم ہوا کہ دشمنوں کا وجود اللہ تعالیٰ نے تکویناً جب پیغمبروں کے لیے مفید بنانا اور تشویش قلب اور بے سکونی کے ساتھ دین کی خدمت جب پیغمبروں کے لیے مقدر فرمائی تو اولیاء اللہ کو غم اور تشویش اور دشمنوں کی مخالفت کیوں نہ پیش آئے گی کیونکہ ولایت تابع نبوت ہوتی ہے۔ جو جتنا زیادہ تابع نبوت ہو گا اتنی ہی زیادہ اس کی ولایت قوی ہو گی۔ اعلیٰ درجہ کا ولی وہی ہے جو اعلیٰ درجہ کا متبع نبوت ہو۔ پیغمبروں کو جو مراحل و منازل پیش آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تربیت کے جتنے انواع واقسام واطوار پیغمبروں کے لیے ہیں کماً وکیفاً ان کا کچھ اولیاء اللہ کو بھی دیا جاتا ہے۔ البتہ وہ بلاء ومصیبت انبیاء کے درجہ کی نہیں ہوتی، کم درجہ کی ہوتی ہے کیونکہ اتنی بڑی بلاء اولیاء اللہ برداشت نہیں کر سکتے مگر کچھ مشابہت تو ہوتی ہے لہٰذا دشمن کے وجود سے گھبرانا نہیں چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے

کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں والا انعام ہم جیسے گنہگاروں کو بھی عطا فرما دیا۔ چونکہ یہ بھی نبیوں والا سرکاری کام کررہا ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت کو پھیلا رہا ہے تو جو نبیوں سے جتنا زیادہ قریب تر ہوگا اتنے ہی زیادہ اس کو نبیوں جیسے حالات پیش آئیں گے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَشَدُّ النَّاسِ بَلَآءً الْاَنْبِیَآءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ

(سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب الصبر علی البلاء)

اور آپ نے فرمایا کہ اللہ نے جتنی بلائیں مجھے دیں کسی پیغمبر کو اتنی بلائیں نہیں دی گئیں۔ معلوم ہوا کہ ؎

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

اور ایک جدید مضمون اللہ تعالیٰ نے ابھی میرے قلب کو عطا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتادیا تھا کہ فلاں فلاں جو مسجد نبوی میں آپ کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، صورتاً صحابی نظر آتے ہیں مگر یہ صحابی نہیں ہیں منافقین ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ مدینہ شریف میں سب میرے عاشق نہیں ہیں۔ میرے جاں نثاروں، وفاداروں اور سچے عاشقوں کے درمیان بدترین دشمن بھی چھپے ہوئے ہیں جو ہماری مصیبت پر خوش ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلبِ مبارک کس قدر مشوش ہوا ہوگا لیکن آپ کی دینی مصلحت اور کمالِ فراستِ نبوت نے ان کو برداشت فرمایا لہٰذا صرف عاشقوں میں رہنے کا ذوق خلافِ ذوقِ نبوت ہے اور ذوقِ تربیتِ الٰہیہ کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں اگر چاہتے تو عزرائیل علیہ السلام کو بھیج کر سارے منافقین کی روح قبض کرلیتے کہ میرا پیغمبر ان نالائقوں کی وجہ سے تشویش میں ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے تشویش کو قائم رکھا۔ معلوم ہوا کہ تشویش میں رکھنا بھی ایک تکوینی راز ہے اور اس سے پیغمبروں کی ترقی درجات مقصود ہوتی ہے۔ اللہ نبیوں کو دشمن اس لیے نہیں دیتا

کہ نعوذ باللہ وہ عجب و کبر سے محفوظ رہیں کیونکہ پیغمبر معصوم ہوتے ہیں ان میں عجب و کبر پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ انبیاء سے گناہ کا صدور محال ہے، لہٰذا ''وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا'' کا مقصد انبیاء علیہم السلام کے ہر لمحہ حیات کو اپنے قرب کی عظیم الشان تجلیات ساعۃً متصاعداً متزائداً متبار کاً عطا کرنا ہوتا ہے۔ پیغمبر جس اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں دشمنوں کی ایذا رسانیوں سے ان کو ہر لمحہ ایک جدید تجلی ایک جدید ترقی، ہر لمحہ اعلیٰ سے اعلیٰ تر قرب نصیب ہوتا جاتا ہے کیونکہ اللہ کے قرب کی کوئی انتہا نہیں ہے، غیر محدود راستہ ہے، غیر محدود قرب ہے، غیر متناہی ترقیات ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو ساعۃً فساعۃً بڑھاتا رہتا ہے اور اولیاء اللہ چونکہ معصوم نہیں ہوتے اس لیے مخلوق کی دشمنی وایذا رسانی عجب و کبر سے ان کی حفاظت کا بھی ذریعہ ہے اور ان کی ترقی درجات کا بھی ذریعہ ہے اور ان کے تعلق مع اللہ میں اضافہ کا بھی ذریعہ ہے ؎

بڑھ گیا ان سے تعلق اور بھی
دشمنِ خلق رحمت ہوگئی

حضرت مجدد الف ثانی کے ایک خلیفہ نے مجدد صاحب کو لکھا کہ جہاں میں نے خانقاہ بنائی ہے وہاں میرے کچھ دشمن پیدا ہوگئے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں کسی دوسری جگہ اپنی خانقاہ کو منتقل کردوں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو لکھا کہ آپ عبادت و ذکر و تلاوت کی صرف میٹھی میٹھی غذا کو پسند کرتے ہو اور مخلوق کی اذیت پر صبر کرنے کی نمکین غذا سے بھاگتے ہو۔ غذا دونوں قسم کی ہونی چاہیے۔ بلاء واذیت مانگے تو نہیں کیونکہ دشمن کی ملاقات سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ لِّقَآءِ اَعْدَائِنَا

لیکن اگر آجائے تو گھبرانا نہیں چاہیے۔ اسے نمکین غذا سمجھیں البتہ عافیت

اور دشمن سے نجات کی دعا کرے یہ بھی عین عبدیت ہے۔

لٰہذا دشمنوں کی مخالفت اور ایذاء رسانی سے دین کے خادموں کو گھبرانا نہیں چاہیے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت ہے، مصلحت ہے، تربیت ہے کیونکہ اگر چاروں طرف معتقدین اور محبین ہی کا ہجوم ہو تو نفس میں بڑائی آجائے۔ حکیم الامت تھانوی نے فرمایا کہ آج ایک خط آیا ہے جس میں لکھنے والے نے مجھے اُلّو اور گدھا لکھا ہے۔ کتنے لوگ مجھے حکیم الامت اور مجدد الملت لکھتے ہیں اگر ہمیشہ سب یہی لکھتے رہیں تو میرے نفس میں بڑائی آجائے۔ لٰہذا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ بعضے بندوں سے کُونین بھیج دیتے ہیں جس سے عُجب و کبر کا ملیریا اُتر جاتا ہے اور اس کُونین سے دولتِ کَونین مل جاتی ہے۔

اس لیے جس بستی میں دین کا کام کرو اور کوئی دشمن کھڑا ہو جائے یا کوئی فرنٹ ہو کر بھاگ جائے تو اس کی خوشامد نہ کرو۔ حدیث پاک میں ہے:

نِعْمَ الرَّجُلُ الْفَقِیْهُ فِی الدِّیْنِ اِنِ احْتِیْجَ اِلَیْهِ نَفَعَ وَاِنِ اسْتُغْنِیَ عَنْهُ اَغْنٰی نَفْسَهٗ (کنز العمال)

دین کا بہترین فقیہ وہ ہے کہ جب کوئی اس سے دین سیکھنے کے لیے احتیاج ظاہر کرے تو اس کو نفع پہنچا دے یعنی دین سکھا دے اور اگر کوئی فرعون کی طرح منہ بنا کر بھاگ جائے تو وہ بھی اپنے نفس کو مستغنی کرلے۔ ملا علی قاریؒ نے "اَغْنٰی نَفْسَهٗ" کی دو شرح کی ہے۔ ایک تو یہ کہ اپنے نفس کو اس سے مستغنی کرلیا، اس کے پیچھے پیچھے پھر کر اس کی خوشامد نہیں کرتا کیونکہ ایسا کرنا اس خادمِ دین کی عزت نفس کے بھی خلاف ہے اور دوسرے یہ کہ اس طرح وہ شخص اور خراب ہو جائے گا، اس کا تکبر اور بڑھ جائے گا۔ اور دوسری شرح یہ ہے کہ اپنے نفس کو خلوتوں کی عبادت و تلاوت اور ذکر خداوندی سے غنی اور مال دار کرلو۔

لٰہذا کسی دشمن کی مخالفت اور اسباب تشویش سے دینی خادموں کو دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے، مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب چاند چودھویں رات کو بدر کامل ہوجاتا ہے تو کتے زیادہ بھونکتے ہیں اور یہ منظر دیکھنا ہو تو کسی گاؤں میں دیکھے جہاں بجلی کی روشنی نہیں ہوتی اس لیے ساری رات کتے بھونکتے ہوئے سنائی دیں گے۔ تو مولانا فرماتے ہیں کہ کیا کتوں کے بھونکنے سے چاند اپنی رفتار کو بدل دیتا ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ جب ترقیات ظاہری و باطنی سے چاند کی طرح کامل ہوجاتے ہیں تو ان کے دشمن اور حاسدین بوجہ حسد کے کتوں کی طرح بھونکنے لگتے ہیں۔ تو جس طرح چاند کتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار پر قائم رہتا ہے اسی طرح دین کے خادموں کو چاہیے کہ وہ بھی حاسدین کی پرواہ نہ کریں۔ اپنے کام میں لگے رہیں اور اللہ کی محبت کو نشر کرتے رہیں اور ان دشمنوں کو اپنی تربیت کے لیے مفید سمجھیں۔

اور ایک دوسری مثال یہ ہے کہ عقاب مخالف ہواؤں میں تیز اُڑتا ہے، ہلکی اور نرم سیر ہواؤں میں اس کی پرواز میں تیزی اور بلندی نہیں آتی۔ ہوا جتنی مخالف ہوتی ہے عقاب اتنا ہی زیادہ تیز اور اونچا اُڑتا ہے۔ انبیاء اور اولیاء روحانی طور پر عقاب ہیں۔ ”وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا“ ان کو زیادہ تیز اور اونچا اڑانے کے لیے تکوینی انتظام ہے۔ دشمنی اور مخالفت کی ہواؤں میں انبیاء اور اولیاء کی روحانی پرواز اور زیادہ تیز اور بلند ہوجاتی ہے اور ان سے دین کا عظیم الشان کام لیا جاتا ہے۔

خدام دین کے لئے اہم مشورہ

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لوگ بارہ بجے کے بعد گھڑی دیکھتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ گھڑی گھڑی، گھڑی مت دیکھو۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو غم ہوتا تھا کہ

آدھی رات کے بعد بارہ بجے مضامین وارد ہوتے ہیں اور اسی وقت یہ لوگ ہمت ہار جاتے ہیں۔ تو فرماتے تھے ؎

داستاں عشق کی ہم کس کو سنائیں آخر
جس کو دیکھو وہی دیوار نظر آتا ہے

حضرت بڑے درد سے یہ شعر پڑھتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس وقت مجھ پر جوانی کی نیند تھی، لیکن میں نے کبھی اپنے کو فیل نہیں ہونے دیا۔ میں بھی اتنا ہی جاگتا تھا، جتنا حضرت جاگتے تھے۔ حضرت ایک بجے تک جاگتے تھے تو میں بھی ایک بجے تک جاگتا تھا۔ اُن کے پاس رہ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم زمین پر نہیں ہیں بلکہ عرشِ اعظم پر مولائے کریم کے پاس ہیں۔ حضرت کے پاس رہتے ہوئے یہ کیفیت محسوس ہوتی تھی، حضرت کی ایسی نسبت تھی۔ دیوبند کے صدر مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ہندوستان میں سلسلۂ نقشبندیہ کے کسی بزرگ کی نسبت ان سے اونچی نہیں ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ اگر ہم نے ایک حاسد عالم سے مدارات اور نرمی ومحبت کا برتاؤ نہ کیا اور یہ مسجد کا امام بھی ہے، اس کے اثرات بھی ہیں اور اس کے ماننے والے بھی ہیں، یہ اِدھر اُدھر میرے خلاف لوگوں کے کان میں کچھ پھونک دے گا، بندوں کو مجھ سے نفرت دلا دے گا اور میں اللہ کی محبت نہیں سکھا سکوں گا۔ اس شخص کو پان اور سگریٹ کی بھی عادت تھی۔ میں اپنی آنکھوں کا چشم دید واقعہ بتاتا ہوں۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کام کیا کہ اُس عالم کو بلایا، دفع شر کے لیے مولانا نے اُن کے لیے سگریٹ اور پان منگوایا۔ مسئلہ معلوم کرلو دفع شر کے لیے یہ سب کچھ کرنا کیسا ہے؟ مولانا سگریٹ پیتے نہیں تھے، بلکہ ایسوں کو دفع شر کے لئے سگریٹ منگا دیتے تھے اور پان منگوا کر رکھ لیا کرتے تھے۔

ایک دن حضرت نے دیکھا کہ اُس مولانا کا پاجامہ پھٹا ہوا ہے۔ مجھے اپنے ساتھ دکان لے گئے۔ دکان پر پہنچ کر کپڑا خریدا۔ کپڑا مولانا کو ہدیہ دیا کہ آپ دوسرا پاجامہ سلوا لیجیے۔ حضرت نے مولانا کو اتنا ہدیہ تحفہ دیا اور اس کو لینے دینے سے اتنا مست کر دیا کہ وہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہر جگہ گیت گانے لگے۔ پہلے تو وہ کچھ کھنچے کھنچے سے رہتے تھے۔ اب حضرت کسی کے ذریعے سے اُس عالم کے پاس رکشہ بھجوا کر اپنے پاس بلاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ پان کھائیے اور اپنے اشعار بھی سناتے تھے جس پر وہ مولانا عالم بھی داد دینے لگتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت نے اُس عالم کو کافی حد تک اللہ والا بنا دیا۔ پھر وہ بالکل حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق ہو گئے، لیکن شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی برس تک پاپڑ بیلے اور بہت مجاہدہ کیا۔ اس عالم کو مسخر کرنے کے لیے حضرت نے بہت نزول کیا اور اپنے کو بالکل مٹا دیا تھا۔

میں نے اُن سے یہ سبق لیا کہ اگر حضرت اللہ کے لیے اپنے کو اتنا نہ مٹاتے اور اُن کو تحفہ و ہدیہ نہ بھجواتے تو حضرت کو دین سکھانا مشکل ہو جاتا، بقول سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے جو تمہاری شکایت کر رہا ہو اُس کو لڈو کھلا دو تاکہ اُس کے منہ سے جو گالیاں نکلیں وہ بھی میٹھی میٹھی ہوں۔

میں نے یہ سبق لیا اور اپنے دوستوں کو یہی سکھاتا ہوں کیونکہ میں نے جو سبق بڑی مشکلوں سے حاصل کیا۔ میرے بزرگوں کو اور خاص احباب کو معلوم ہے کہ میری زندگی شیخ کے پاس ایسے مجاہدات اور مشکلات سے گذری ہے جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔

جنگل میں میرا شیخ رہا، وہاں نہ لیٹرین، نہ حمام اور نہ غسل خانہ تھا، تالاب میں نہانا اور وضو کرنا۔ تالاب میں ہر طرف صاف بچھو نظر آتے تھے، ایسی زندگی گذاری کہ کوئی لیٹرین اور غسل خانہ نہ تھا بلکہ یخ پانی تھا۔ سردیوں

میں تالاب میں غوطہ مارا تو ایسا لگتا تھا کہ بچھو نے کاٹ لیا۔ دو منٹ کے لئے ایسا لگتا کہ بے ہوش ہو گئے اور بڑی بڑی جونکیں الگ سے لپٹ رہی ہیں، اُن کو بھی ایک پیر سے بھگا رہے ہیں، اوپر سے بارش بھی ہو رہی ہے، اب کہاں جائیں؟ کیونکہ دور دور تک کوئی لیٹرین نہیں تھا۔ حاجت کے لیے کھیتوں میں جا رہے ہیں، اوپر سے بارش ہو رہی ہے۔ ایک دفعہ سیلاب آیا تو ہر جگہ پانی ہی پانی نظر آیا اور سردیوں میں ایسی ٹھنڈ تھی کہ بس کیا کہوں۔ سوچتا ہوں کہ ہمارے وہ دن کیسے گذرے؟ کیسے گذرے ہمارے دن؟ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، لیکن میرے شیخ کی آہ وفغاں اور اُن کا نعرۂ اللہ، جب وہ اللہ کہتے تھے تو سب غم دور ہو جاتا تھا۔

میں نے اپنے ان تین بزرگوں یعنی مولانا شاہ محمد احمد صاحب، مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہم اور مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے یہی سیکھا کہ جہاں تک ہو سکے اللہ کے بندوں سے نیک گمان رکھو۔ بعض وقت کسی اللہ والے پر غلبۂ تشکر ہو جاتا ہے مثلاً کسی کی موٹر دیکھی اور کہا کہ اللہ نے اس سے شاندار موٹر ہم کو دی ہے۔ یہ بندہ مغلوب الحال ہو جاتا ہے جو معذور ہے، مگر تقلید کے قابل نہیں ہے۔ بس یہ غلبۂ حال ہے، اُس کو یہ مصلحت پیشِ نظر نہیں ہے کہ کسی کی دل آزاری ہو رہی ہے۔ اُن کو معذور سمجھو، لیکن اپنی اُن سے بنائے رکھو اور ان سے دُعائیں لیتے رہو، لیکن بشرطیکہ وہ کسی بزرگ سے مستند ہوں اور صاحبِ اجازت وخلافت بھی ہوں اور ان کے بہت سے متعلقین بھی ہوں، اب ہمارا فرض ہے کہ ہم ان سے نیک گمان رکھیں اور یہ سمجھیں کہ ان پر کوئی غلبۂ حال طاری ہے جس سے ہماری مصلحت اس وقت ان کو مستحضر نہیں رہی۔ اللہ کی طرف اُن کا غلبہ ہو گیا ہے کہ اے اللہ! میرے پاس اتنے آدمی ہیں، میری اتنی تصنیف ہے، میرے پاس ایسی موٹر ہے، میرے پاس ایسی عمارت ہے تو گویا اس کو تشکر کا غلبہ سمجھو اور نیک گمان رکھو۔

ہمارے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ نے فرمایا کہ کسی صاحبِ نسبت کی طرف بُرا گمان مت رکھو کیونکہ یہ اللہ کے ولی ہوتے ہیں، مگر بعض کے ساتھ تھوڑا سا غلبۂ حال کا معاملہ ہوتا ہے، اس لیے وہ معذور ہیں، جس کی وجہ سے انہیں اپنی ہی اپنی چیز نظر آ رہی ہے۔ بعض ایسے بزرگ ہیں جن کو اپنی ہی چیز نظر آتی ہے چاہے دوسرے کے پاس لاکھ صفت ہو، انہیں نظر ہی نہیں آتی۔ وہ اس مقام پر ہیں ؎

حال میں اپنے مست ہوں غیر کا ہوش ہی نہیں
رہتا ہوں میں جہاں میں یوں جیسے یہاں کوئی نہیں

لیکن ان سے اونچا مقام اُس کا ہے جو اس طرح سے رہے کہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھے، دوسروں کی دل آزاری نہ کرے اور ہر چیز کا لحاظ رکھے۔ ہم نے جن بزرگوں کی صحبت اُٹھائی، کیا کہیں! بس آہ! مجال نہیں کہ منہ سے کوئی ایسی بات نکلے جس سے کسی کا دل ٹوٹ جائے، چھوٹے کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ حضرت مجھ پر فدا ہیں، میں ہی اُن کا محبوب ہوں۔ حضرت ہر شخص پر جان چھڑکتے تھے۔ دہلی سے کوئی شخص ان کے پاس پہنچا۔ فوراً فرمایا کہ حلوہ پوری لاؤ، لڈو کھلاؤ، اتنا خرچ کرتے تھے اور چپکے سے ہدیہ بھی دیتے تھے۔ کبھی کوئی غریب مولوی آ گیا تو چپکے سے اُس کی جیب میں پیسہ ڈال دیتے تھے کہ دیکھو بھئی! ابھی ہمارے پاس کھانے کا انتظام نہیں ہے، جلدی سے ہوٹل سے کھانا کھا کر آ جاؤ۔ ایک زمانہ ایسا بھی تھا۔ اب الٰہ آباد میں حضرت کے پاس انتظام ہے۔ یہ سب میں نے اپنے بزرگوں سے سیکھا جو آپ کو پیش کر رہا ہوں۔

حدیث پاک اَلتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاس (بیہقی) پر ہمیشہ نظر رکھو جس کے معنی ہیں کہ دل نہ چاہے پھر بھی لوگوں سے محبت کرو۔ یہاں موجود علماء عربی قواعد

جانتے ہیں کہ التَّوَدُّدُ باب تفعل ہے جس کے اندر تکلف ہے یعنی دل نہیں چاہتا اور مناسبت بھی نہیں، دل آزاری بھی ہو رہی ہے چاہے اُس کا یہ حال غلبۂ حال ہی سے کیوں نہ ہو، اذیت تو پہنچتی ہے اور آدمی کا دل کچھ کٹ رہا ہوتا ہے، لیکن ہم بتکلف دین کی خاطر اُن سے محبت کریں گے۔ پھر اس کا فائدہ کیا ہوگا؟ اُن کی دُعائیں ملیں گی اور ان کے متعلقین بھی ہم سے جڑے رہیں گے۔ ان کا متعلق بھی ہمارے پاس آجائے تو اس پر بھی فدا ہوجائیں گے کہ یہ چائے پی لو، یہ کافی پی لو اور سب خیریت ہے نا۔ ان شاء اللہ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آپس میں محبت رہے گی۔ اس لئے ہر ایک سے محبت کرو۔

اُن پہ کیا فرض ہے وہ اہلِ سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

آپ اللہ کی محبت کا اپنا مثبت کام کرتے رہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ بزرگوں کی بھی نظر مل جائے گی اور ان کے متعلقین کی بھی نظر مل جائے گی اور جوڑ رہے گا۔

میں نے اِلٰہ آباد میں دیکھا کہ ایک بہت بڑے معزز شخص روزانہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے سے گذرتے ہوئے ایک منٹ کے لیے سلام کرتے تھے۔ ایک دن گذر گئے، سلام نہیں کیا۔ حضرت نے دیکھ لیا۔ فوراً رکشہ بلوایا، اُن کے پاس ایک میل دور گھر پر پہنچ گئے اور کہا کہ آج آپ نے مجھ سے ملاقات نہیں کی، مجھے شبہ ہے کہ کہیں آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں۔ وہ شخص رونے لگے اور کہا کہ اللہ سے محبت کرنے والے تو بہت دیکھے، مگر اللہ کے بندوں سے محبت کرنے والا آپ جیسا نہیں دیکھا۔ وہ خود رونے لگے۔ حضرت اتنی رعایت کرتے تھے کہ فوراً ایک میل دوڑے گئے کہ آج کیا بات ہے، آپ ملے نہیں؟ حالانکہ کہاں مولانا کی شخصیت تھی جن کے پاس بڑے بڑے علماء اور بڑے بڑے فیکٹری مالک آتے تھے، مگر حضرت ہر مؤمن کو

نہ جانے کیا سمجھتے تھے۔ مولانا کا شعر سنیے، ابھی یاد آ گیا۔ فرماتے ہیں ؎

جور و ستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
احمد نے اُس کو بھی تہہ دل سے دعا دیا

اس شعر کو نوٹ کر لینا۔ جو بھی مدرسہ چلائے اور دین کی دعوت کا کام کرے، اُسے اس پر عمل کرنا پڑے گا۔

اگر مہتمم، اللہ والا اور دین کا خادم ایسا کر لے تو ان شاء اللہ سارے راستے ہموار ہو جائیں گے کیونکہ دوسرے پہلو میں کوئی فائدہ نہیں۔ مان لیجیے کہ ہم کہتے ہیں کہ فلاں ہم کو یوں کہتے ہیں، فلاں یوں کہتے ہیں، اس سے اور دُشمنی بڑھتی ہے اور زیادہ توڑ پیدا ہوتا ہے کیونکہ ہر ایک کے کچھ ماننے والے ہیں، اس لیے اُن کو یہ ہوگا کہ دیکھو! ہمارے حضرت کے بارے میں یہ کچھ کہہ دیا۔ اس لیے اپنے بڑوں کا بھی خوب ادب کرو چاہے وہ دس کے پیر ہوں یا ایک لاکھ کے پیر ہوں۔ اگر کوئی شخص دس مریدوں کا بھی شیخ ہو اُس کا بھی اکرام کرو۔ ایسا کیوں؟ اس کی دلیل دیکھئے: اِذَا جَآءَ کُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَأَکْرِمُوْہُ (بیہقی) کسی قوم کا معزز آئے تو اس کا احترام کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کے لیے بھی نبوت کی چادر بچھادی، یہ اخلاق ہیں۔ یہ بتلا دیا کہ اگر دین کا کام کرنا ہے تو دل بڑا رکھنا ہے، دل کا حوصلہ بلند رکھنا ہے۔

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اللہ والوں کے اخلاق کیسے ہوتے ہیں، اگر اُن کو کسی سے تکلیف پہنچ جائے تو کیا کرتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے لئے فرمایا تھا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ (سورۃ یوسف آیۃ ۹۲) کہ تم پر کوئی الزام نہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس سے تصوف کا ایک بہت بڑا مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ صوفیاء کی نظر ہمیشہ مجاریِ قضاء پر ہوتی ہے جہاں سے فیصلے جاری ہوتے ہیں۔ مجریٰ کی جمع مجاری ہے۔ اللہ کے فیصلے

عرشِ اعظم سے صادر ہوتے ہیں تو جو اللہ والے ہیں وہ یَنۡظُرُ اِلٰی مَجَارِیِ الۡقَضَاءِ جہاں سے فیصلے ہوتے ہیں وہاں نظر رکھتے ہیں، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مسائل سُلوک میں تحریر فرماتے ہیں:

مَنۡ یَّنۡظُرُ اِلٰی مَجَارِی الۡقَضَاءِ لَا یُفۡنِیۡ اَیَّامَہٗ بِمُخَاصَمَۃِ النَّاسِ

جن کی نظر اللہ تعالیٰ کے مجاری قضاء (جہاں سے فیصلے ہوتے ہیں) پر ہوتی ہے وہ مخلوق کے جھگڑوں میں اپنی زندگی کے دنوں کو ضائع نہیں کرتے کیونکہ جو خلق میں پھنسا پھر وہ خالق کے لیے کہاں رہا؟ جو مخلوق میں پھنسا کہ اس نے یوں کیا، میں بھی ایسا کروں گا، اس نے مجھے کیوں کہا میں بھی اس کو کہوں گا، جو ان چکروں میں پھنسا تو اس کا دل تو مخلوق میں پھنس گیا، اب خالق کے قابل نہیں رہا۔ وہ تو کہتا ہے کما قال یُوۡسُفُ عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ جیسا حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا جن سے وہ انتقام لینے پر قادر تھے لیکن فرمایا لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ ہم آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتے، شیطان نے بیچ میں بہکا دیا تھا۔ سارے بھائیوں کی دشمنی کو ابلیس اور اس کی ذرّیات پر ڈال دیا تاکہ بھائیوں کو شرمندگی نہ ہو۔ انہوں نے یہ جملہ کیوں کہا کہ شیطان نے ہمارے اور تمہارے درمیان میں گڑ بڑ کر دی تھی، حالانکہ خود ان بھائیوں نے کی تھی، لیکن آہ! یہ پیغمبرانہ اخلاق دیکھیے! اپنے بھائیوں کو ندامت بھی نہیں ہونے دی کہ میرے بھائیوں کو شرمندگی نہ ہو اور یہ جملہ کہہ دیا کہ بھائی! تم لوگوں نے تھوڑی کچھ کیا تھا، کمبخت شیطان نے کیا تھا۔

اور جن کی نظر اوپر نہیں ہے، زمین پر دَھرے ہوئے ہیں، آسمان کی طرف نظر نہ کرنے کی وجہ سے آسمان سے محروم ہیں، وہ سب کے سب یُفۡنِیۡ اَیَّامَہٗ ہیں یعنی ایسے اشخاص اپنی زندگی کو ضائع کر رہے ہیں فِیۡ خُصُوۡمَۃِ النَّاسِ وَفِیۡ مُجَادَلَتِہِمۡ، ہر وقت وہ جھگڑتا رہتا ہے کہ اُس نے یوں کہا تو میں یوں کہوں گا،

اُس کی ساری زندگی اسی میں ضائع ہوجاتی ہے۔

اور جن کی نظر عرشِ اعظم پر ہوتی ہے ان کو پتہ چلتا ہے کہ جس نے اذیت دی، وہ ہماری قسمت میں لکھا تھا۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی اذیت کی بات مجھ کو پہنچا تا ہے یا اذیت بھرا خط لکھتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اب کُونین آ گئی اور دولتِ کُونین ملنے والی ہے۔ کُونین کڑوا ہوتا ہے، مگر ملیریا اُسی سے اُترتا ہے۔ فرمایا کہ دین کے خادموں کو کبھی دوسروں سے تکلیفیں آتی ہیں تا کہ اُن کے قلب میں عجب و کبر کا ملیریا نہ چڑھ جائے اور اگر چڑھا ہوا ہو تو اُتر جائے۔ اس لیے بس ہر ایک سے محبت کرو۔

یہی ایک نسخہ اختر پیش کرتا ہے کہ ہر ایک کو یہ محسوس ہو کہ یہ مجھ پر فدا ہے۔ اور اس محبت کرنے میں بڑا مزہ بھی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معشوق بننے کی کوشش مت کرو، اس میں بہت قید و پابندیاں ہیں کہ ناک کی ایسی اُٹھان ہو، آنکھیں ایسی ہوں ؎

نازکی اُس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

کان ایسے ہوں، کمر اتنی ہو، سینہ ایسا ہو، عاشق بنو جس کے لیے کوئی قید نہیں ہے ؎

ترک کن معشوقی و کن عاشقی
اے گماں بُردہ کہ خوب و فائقی

معشوقیت چھوڑ دو، معشوقی سے توبہ کرو، عاشقی شروع کرو، اپنے سے یہ گمان نہ رکھو کہ میں بہت خوبیوں والا ہوں، معشوقیت میں بڑی شرائط ہیں عاشقی میں کوئی قید و بند نہیں، لنگڑا، لولا، کانا بھی کہہ سکتا ہے کہ مجھے آپ سے محبت ہے۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ کانا ہو کر مجھ سے محبت کرتا ہے، لیکن اگر ہم معشوق بننا چاہتے ہیں تو آپ فوراً کہیں گے معشوقیت کی شرائط آپ میں نہیں ہیں۔

دوستو! عرض کرتا ہوں کہ غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو! فقیر کی یہ باتیں ایک زمانہ بزرگوں کی جوتیاں اٹھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔

تین سال جوانی میں، میں جلا بھنا شخص مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ کی خدمت میں رہا اور طبیہ کالج میں پڑھتا تھا، روزانہ عصر سے رات گیارہ بجے تک وہاں جاتا تھا۔اس کے بعد پندرہ سال اپنے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جنگل میں اور اس کے بعد شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ ہوں تو ان بزرگوں کی دعاؤں کے صدقہ میں جو فہم پیش کررہا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کے راستے کی سمجھ ہے جو بغیر اہل اللہ کی جوتیاں اٹھائے صرف کتابوں سے نہیں ملتی۔

تو اس لیے میں نے چند باتیں پیش کردیں کہ دل کو بڑا رکھو، نفع نقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے، کوئی کچھ بھی کہتا رہے، کوئی کتنا بھی ستاتا رہے آپ بالکل اس سے متاثر نہ ہوں کیونکہ جو وہاں سے ملنے والا ہے وہ لَا مَانِعَ ہے، جو وہ دینا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔

اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ

(صحیح البخاری: باب الذکر بعد الصلاۃ)

''اے اللہ! جو آپ دینا چاہیں ساری دنیا اس کو روک نہیں سکتی اور جس کو آپ نہ دیں گے اس کو کوئی دینے والا نہیں''۔تو پھر ہم کیوں ان کی باتوں میں الجھیں۔

بس یہی کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جسے دین کے لیے چنے اسے اخلاق بلند رکھنے چاہئیں۔مخلوق میں دل پھنسانے نہ دو۔ ہر ایک سے محبت کرو، دشمن کو بھی دوست بنانے کی کوشش کرو تا کہ اگر وہ دوست نہ بنے گا تو کم سے کم دشمنی چھوڑ دے گا۔زبان کی سخت احتیاط کرو۔کسی خاص سے بھی کبھی کچھ مت کہو کہ فلانے ایسے ایسے ہیں کیونکہ پھر اس خاص کے بھی کچھ خاص ہوتے ہیں۔۔ وہ بات خاص ہی خاص میں عام ہو جائے گی۔

بھئی ! دیکھیں کوئی اپنے خاص کو کہتا ہے کہ بھئی آپ میرے بڑے خاص ہیں لہٰذا آپ سے یہ بات کہتا ہوں۔ پھر وہ اپنے خاص سے کہتا ہے، پھر اس طرح خاص خاص ہوتے خبر عام ہوگئی پھر اس کا ضرر پہنچ گیا۔ کتنے لوگ اس کے مخالف ہوجائیں گے، پھر ستائیں گے، پریشان کریں گے۔ پھر دین کا کام کیسے ہوگا؟ اس لیے مثبت کام کیجیے اور اپنے اللہ پر نظر رکھو۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اگر کوئی ۱۴۱ ۳دفعہ پڑھے تو یہ دشمنوں کو مغلوب کرنے کے لیے ہے کہ دشمن آپ پر غالب نہ ہوں اور دشمن ہوں یا نہ ہوں ۱۴۱ ۳ مرتبہ پڑھو تا کہ حاسدین پہلے ہی سے مغلوب ہوجائیں۔ دشمن اور حاسد یہی پسند کرتے ہیں کہ اس کو اتنی ترقی حاصل نہ ہو۔ بعض مرتبہ آدمی غیر شعوری طور پر حسد میں مبتلا ہوجاتا ہے، آدمی کو پتا بھی نہیں چلتا کہ مجھے حسد ہے۔ غیر شعوری طور پر یہ مرض پیدا ہوتا ہے جس پر مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

حسد کی آگ میں کیوں جل رہے ہو
جہنم کی طرف کیوں چل رہے ہو
خدا کے فیصلے سے تم ہو ناراض
کفِ افسوس تم کیوں مَل رہے ہو

کیوں مَل رہے ہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اسے ترقی دے رہا ہے تو تم اللہ کے فیصلے سے کیوں ناراض ہو؟ بس اس وقت کی مجلس میں، میں نے اپنے بزرگوں کی صحبت کا نچوڑ اور جوس آپ لوگوں کو پلا دیا ہے۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے اللہ والے بزرگ گذرے ہیں انہوں نے خود لکھا ہے کہ میں اپنے وقت کا قطب ہوں، وہ فرماتے ہیں کہ

جب کوئی مصیبت یا غم آجائے تو ایک دم تدبیر نہ کرو اور نہ ہی تدبیر کے متعلق سوچو، اگر تدبیر کا خیال بھی آئے تو استغفار کرو، بلکہ پہلے دو نفل پڑھ کر اللہ سے اپنا غم کہہ دو اور اپنی تمام قوتوں کی اور اپنی تمام تدابیر کی نفی کردو کہ: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، اے اللہ! میرے اندر کوئی قوت نہیں ہے، نہ میری تدبیر میں کوئی دم ہے، اصلی قوت آپ کی ہے، اگر آپ اپنی مدد میرے ساتھ شامل کردیں تو میری یہ مصیبت دور ہوجائے گی، اس کے بعد تدبیر کرے، علامہ شعرانی فرماتے ہیں کہ اس شخص کی دعا رد نہیں ہوتی، کیونکہ اللہ دیکھتا ہے کہ میرا بندہ مجھ پر کتنا بھروسہ رکھتا ہے، اگرچہ یہ پہلے ہی تدبیر کرسکتا تھا لیکن اس نے نہ اپنا غم کسی سے ظاہر کیا، نہ کوئی تدبیر کی، بلکہ میرے پاس آکر مجھ سے اپنا غم کہہ رہا ہے، یہ جانتا ہے کہ میرے علاوہ کوئی کارساز نہیں ہے، پس اللہ کی رحمت کو جوش آتا ہے، جو شخص اپنی قوت کی نفی کرتا ہے اللہ پھر اپنی قوت دکھاتا ہے اور اپنی مدد ظاہر فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ پہلے غم دیتے ہیں اور غم و مصیبت پر صبر کرنے پر نعمتیں عطا فرماتے ہیں، اسی طرح مجاہدات کی تکلیف کے بعد اپنے قرب کی لذت چکھاتے ہیں، گذشتہ دو دن اور دو رات کی گھٹن اور سخت صدمہ کے بعد جو ایک حاسد کی وجہ سے پیش آیا تھا، اِس وقت اللہ نے وہ نعمت عطا فرمائی ہے جو زندگی بھر نصیب نہ ہوئی تھی، جس کا اظہار آپ لوگوں پر کرتا ہوں۔ جہاں دونوں پسلیاں ملتی ہیں ان کے درمیان لطیفۂ روح ہے، لطیفۂ قلب سے ذکر اکثر مشائخ تعلیم فرماتے ہیں لیکن اس وقت جو میں نے ذکر کیا تو اس طرح کیا کہ پہلا اللہ لطیفۂ روح پر کہا اور دوسرا اللہ لطیفۂ قلب پر، اس طرح اللہ اللہ کہنے میں آج روح نے ذکر کیا، بال سفید ہونے کو آئے لیکن اس وقت سے قبل روح کے ذکر کا مزہ نہ ملا تھا اور وہ مزہ ایسا ہے جو الفاظ میں نہیں آسکتا۔ اس غم سے جو کلیجہ منہ کو آگیا تھا اس کے بدلہ میں آج اللہ میاں نے یہ نعمت دی کہ جا، آج ہم تیری

احادیث اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا الخ اور اِنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ الخ کے ربط سے ایک الہامی علمِ عظیم

اب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا اگر یاد کرلیں سو فیصد یقین سے کہتا ہوں کہ بغیر ولی اللہ ہوئے اللہ کی ولایت اور اس کی دوستی کا تاج آپ کی بندگی اور غلامی پر رکھے بغیر موت نہیں آ سکتی۔ اس کو میں ابھی ثابت کرتا ہوں۔

جسم کے رزق کے لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رزق خود اپنے کھانے والے کو تلاش کرتا ہے۔ دو بزرگ بیٹھے تھے اور کھانا کھا رہے تھے۔ ایک بزرگ کو کشف ہوا کہ اس چاول پر میرا نام ہے۔ اتنے میں وہ سامنے والے بزرگ اس چاول کو کھا گئے۔ جب چاول کا دانہ منہ میں گیا تو ان کو تعجب ہوا کہ اس چاول پر تو میرا نام لکھا تھا، یہ میرا رزق اس کے منہ میں کیسے چلا گیا؟ فوراً اُن کو اتنی زور سے چھینک آئی کہ وہ چاول نکلا اور اِن کے منہ میں داخل ہوگیا۔ تب اس بزرگ نے کہا سبحان اللہ! واقعی رزق تلاش کرتا ہے اور کوئی جاندار جب تک اپنا مکمل رزق نہ کھالے موت نہیں آ سکتی:

اِنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَا

(شرح السنۃ للبغوی: ۱۴/ ۳۰۴)

لَّنْ نفی میں سخت تاکید ہے یعنی ہرگز نہیں مرسکتا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ میری اُمت کو جسمانی رزق کی تکمیل کے بغیر موت نہیں آ سکتی۔ تو آپ کے ارشادِ مبارک سے میں تمہارے لئے ایک روحانی رزق کا ڈش پیش کر رہا ہوں جس کی برکت سے بغیر ولی اللہ ہوئے اور بغیر رزقِ روحانی کی تکمیل کے تم کو موت نہیں آئے گی۔

روح کو ذاکر بناتے ہیں، الفاظ اس مزہ کی کیفیت کے بیان سے قاصر ہیں، بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اگر پوری کائنات کی سلطنت مجھے پیش کی جاوے اور کہا جاوے کہ یہ سلطنت لے لو اور یہ مزہ ہمیں دے دو تو میں اس سلطنت پر ٹھوکر مار دوں گا، کیونکہ سلطنت بھی مخلوق ہے، اس کی لذتیں بھی مخلوق ہیں اور ہمارا تعلق اس ذات سے ہے جو ان سلطنتوں کا خالق ہے، پس ظاہر ہے کہ خالق کے تعلق سے جو مزہ ملے گا وہ تمام لذتوں سے بڑھ کر ہوگا۔

پس جب کوئی دشمن کھڑا ہو جائے تو یہ دُعا کرو اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا عَلٰی اَعْدَائِنَا ہمارے دشمنوں پر اپنی مدد بھیج دیجیے۔ اللہ تعالیٰ اس کو دوست بنا دیں گے ان شاء اللہ۔ اگر دوست نہ بنا تو کم از کم اس کو بے ضرر کر دیں گے اور اس کو اپنی زندگی میں ایسی فکر دے دیں گے کہ اُسے فرصت ہی نہیں ملے گی کہ دشمنی کرے۔ دشمن کو اللہ تعالیٰ دُعاء سے یا تو دوست بنا دیتے ہیں یا پھر اُسے ایسی فکروں میں مشغول کر دیتے ہیں کہ اس کو ضرر پہنچانے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ وہ اپنے ہی آٹے، دال، نمک میں لگ جاتا ہے۔

خدا چاہتا ہے تو جنگل کو منگل کر دیتا ہے جیسا کہ ایڈمنٹن کے اس جنگل کو منگل بنا دیا۔ بعض بندوں کو اللہ تعالیٰ نے وہ مقام دیا ہے کہ اگر اکیلے بھی بیٹھ جائیں تو۔

وہ اپنی ذات سے خود انجمن ہے
اگر صحرا میں ہے پھر بھی چمن ہے

اس فقیر کا شعر لکھتے جاؤ، اللہ نے اس فقیر کی زبان سے کیسے کیسے شعر جاری کر دیئے۔ اللہ والوں کا یہ مقام ہے۔ کیونکہ جب اُس کے پاس خالق ہے تو ساری مخلوق کا مزہ اس کے پاس موجود ہے۔ بولئے! جس نے مولائے کائنات کو پا لیا وہ لیلائے کائنات کیا دونوں جہان کے مزے مفت میں پا جاتا ہے۔

لہٰذا ایسی پیاری دعا سیکھ لو:

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّ ارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ

(تفسیر ابن کثیر)

دیکھئے! عنوان بدل گیا کہ دونوں احادیث کے ملانے سے ایک علمِ عظیم عطا ہوا کہ اس دُعا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ مانگ رہے ہیں کہ بغیر مکمل فرمانبرداری اور بغیر مکمل گناہوں سے محفوظ ہوئے اور بغیر ولی اللہ بنے میرے اُمتی کی رحلت نہ ہو۔ اس سے پہلے میرا کوئی اُمتی نہ مرے۔ واہ کیا دعا ہے سبحان اللہ!

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا

اے اللہ! حق بات کو حق دکھا دے۔ بعض وقت آدمی حق بات نہیں دیکھتا، حق اس کو حق نظر نہیں آتا اور باطل حق نظر آتا ہے، جیسے کنویں کی گہرائی میں کسی کو باغ نظر آئے اور وہ کود پڑے، اس لیے ہر غار میں مت کودو، میرے پیارے یارِ غارو! تو اے اللہ! حق کو حق دکھا دے، اب جب حق سامنے آ گیا اور اللہ نے دکھا بھی دیا، اب دوسری ایک ضرورت اور بھی ہے کہ حق پر عمل کرنے کی ہمت اور حوصلہ بھی دے دے، کیونکہ انسان جب جہاز پر بیٹھتا ہے تو ملتزم پر رونے والا، روضۂ مبارک پر نعت شریف پڑھ کر زاروقطار رونے والا اس وقت حق سمجھتا ہے کہ ایئر ہوسٹس کو دیکھنا مناسب نہیں ہے، پرائی بیٹیاں ہیں، نااہلی کی وجہ سے اور قلتِ غیرت کی وجہ سے ان کے شوہروں نے ایئر ہوسٹس بنا دیا، غیر محرم مردوں کے سامنے ان کو ماسی بنا دیا، ان کا نام فضائی ماسیاں ہیں۔ یہ ہواؤں میں نوکری چاکری کرتی ہیں، یہ ماسیاں لپ اسٹک وغیرہ لگا کر جہاز کے مہمانوں اور پسنجروں کو ڈش پیش کرتی ہیں، اس لیے جو اس قسم کے نظر باز ہیں اور مولیٰ سے دور ہیں، وہ جہاز کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ کر ۴۵ ڈگری داہنے طرف جھکے رہتے ہیں

تاکہ جہاں سے وہ گذرے تو کچھ اعضاء اس سے مَس یعنی Touch ہوجائیں، لیکن ایسے نظر بازوں کو میں ایک انٹی بائیٹک فیچر پیش کرتا ہوں جس سے حسن کی گندگی کُھل جائے گی اور حسن پرستی ناک کے راستے سے نکل جائے گی مثلاً کسی ایئر ہوسٹس کو گیسٹرک کی شکایت تھی، جب ایئر ہوسٹس کی بہت زور کی ہوا کھل گئی تو وہ ۴۵ ڈگری سے ۹۰ ڈگری پر آ گیا۔ اس کے بعد جب دوسری ہوا اسی کی ناک کے سامنے ٹارگٹ بنا کر کھولی تو پھر ۴۵ ڈگری مزید جھک گیا اور پہلے دائیں طرف تھے ۴۵ ڈگری پھر ۹۰ ڈگری سے بائیں طرف ۴۵ ڈگری جھک گئے جب تیسری ہوا کھولی تو سیٹ چھوڑ دی۔ ایسے سڑے ہوئے اور بدبودار جسموں پر مرنے والوں کے لئے آہ نکلتی ہے۔ حلال بیویاں مستثنیٰ ہیں، ان سے خوب محبت کرو کیونکہ اپنی بیویوں سے پیار کرنے سے مولیٰ خوش ہوتا ہے جبکہ حسین اَمرد ہو یا حسین عورت ہو کوئی بھی ہو وہاں مولیٰ غضب ناک ہوتا ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا

اے اللہ! حق کو حق دکھا دے، مگر ایسا نہ ہو کہ یہ جملہ ہمارا نامکمل رہے، حق دیکھنے کے بعد بھی ہم حق پر عمل نہ کریں، نفس و شیطان اپنی غلامی کے پنجرے میں ہمیں پکڑے ہوئے ہوں، لہٰذا "وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ" اور حق دکھانے کے بعد اے اللہ! اس نعمت کی تکمیل فرما دے، کیونکہ صرف حق دیکھنے سے ابھی نعمت مکمل نہیں ہوئی، جب حق پر چلنے کی توفیق بھی ہوجائے، اتباع بھی نصیب ہوجائے تو نعمت اُولیٰ کے لیے نعمتِ ثانیہ مُکَمِّل (تکمیل کرنے والی) ہے: اَرِنَا الْحَقَّ تک ابھی نعمت کامل نہیں ہوئی، اللہ نے حق تو دکھا دیا، اس حق پر عمل کرنے کی ہمت اور حوصلہ بھی عطا کردے کہ جان کی بازی لگا دیں اس لئے "وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ" ہمیں اتباع حق کا رزق عطا فرما دے۔ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے وَفِّقْنَا نہیں فرمایا وَارْزُقْنَا فرمایا اور اکثر دعائیں ہیں جیسے:

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی

اے اللہ! اپنے محبوب اعمال کی توفیق دے۔ یہاں وَفِّقْنَا ہے، مگر اس دعا میں وَفِّقْنَا نہیں ہے، وَارْزُقْنَا ہے کہ ہمیں حق کی اتباع اور حق پر چلنے کے لیے رزقِ روحانی مقدر فرمادے۔ جب جسمانی رزق کا حال یہ ہے کہ رزق ہمیں خود تلاش کرتا ہے، جب آپ ہمیں جینے کے لیے رزق دیتے ہیں تو ہمیں اللہ والا بننے کے لیے روحانی رزق کیوں نہیں دیں گے؟ جبکہ روحانی رزق ہی ہمارا مقصدِ حیات ہے، روٹی تو ہمارے جینے کے لیے ہے، مگر جینا آپ پر فدا ہونے کے لیے ہے، تو جب ہم مقصدِ حیات آپ سے مانگتے ہیں تو جب جینے کے لیے آپ روٹی دیتے ہیں تو جینے کا مقصد جو آپ پر فدا ہونا ہے، وہ رزقِ روحانی آپ ہمیں ضرور دیں گے۔ ہمارے مانگنے کی یہ ادا اللہ کو پسند نہ ہوتی تو ادائے نبوت ہمیں یہ ادائے غلامی نہ سکھاتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری بندگی کی تکمیل کے لیے یہ دعا سکھائی تاکہ اتباعِ حق ہمارا مقدر بن جائے کہ ان کو اُس وقت تک موت نہ آئے جب تک روحانی رزق پاکر سراپا فرمانبردار، مکمل تابعدار نہ ہوجائیں اور اتباعِ حق ان کو سو فیصد نصیب نہ ہوجائے۔ اے اللہ! میرے کسی اُمتی کو موت ہی نہ آئے جب تک کہ یہ رزقِ روحانی کی تکمیل نہ کرلے۔

مولانا... دیکھ لو یہ مالک کے کرم کی دلیل ہے یا نہیں؟ اسی مضمون کو بیان بھی کرچکا ہوں، مگر آج مضمون بدل رہا ہے یا نہیں؟ مجھ کو یقین کے درجہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات عطا فرمائی کہ جو امتی اس کو پڑھے گا سو فیصد ولی اللہ ہوکر مرے گا۔ جب تک کہ وہ اتباعِ حق کا مکمل رزق نہیں پائے گا، مکمل متبع حق نہ ہوجائے اور جب تک گناہوں کے چھوڑنے کی مکمل توفیق نہ ہوجائے، اس کو موت نہیں آئے گی۔

اب اس کے آگے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا سکھایا **وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا** اور اے خدا! ہمیں باطل کو باطل دکھا دے کہ یہ باطل ہے، یہ غلط کام ہے، گناہ کا کام ہے اس کام کا خبیث اور مکروہ ہونا ہم پر واضح کر دے۔ باطل کو باطل دکھا دے اور ہر وہ چیز باطل ہے جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو، مرضئ مولیٰ کے خلاف ہر کام باطل ہے، لہٰذا **وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا** اور باطل کو ہمیں باطل دکھا دے، لیکن اے اللہ! اگر باطل ہم نے دیکھ بھی لیا، مگر بچنے کی ہمت نہ ہوئی تو فائدہ کیا ہوا۔ نعمت کامل نہیں ہوسکتی جب تک کہ آپ اس سے بچنے کی ہم کو ہمت اور توفیق نہ دیں، لہٰذا دوسرا جملہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نعمتِ اُولیٰ کے لیے نعمتِ ثانیہ مُکَمِّل (تکمیل کرنے والی) بنایا تاکہ میری امت پر اس نعمت کی تکمیل ہوجائے کہ جب باطل کو باطل اور گناہ کو گناہ سمجھ لے تو اللہ گناہ سے بچنے کا رزق مقدر کر دے تاکہ رزق ہمیں خود تلاش کر لے چاہے ہم جس ماحول میں بھی ہوں، حرمین شریفین میں ہوں، جاپان میں ہوں، ہیتھرو ایئرپورٹ لندن میں ہوں، کہیں بھی ہوں، لیکن ہمیں نہ کوئی کالی دھوکہ دے سکے نہ کوئی گوری دھوکا دے سکے ؎

نہ کالی کو دیکھو نہ گوری کو دیکھو

اسے دیکھ جس نے انہیں رنگ بخشا

یہ اختر کا شعر میڈ ان (Made in) ساؤتھ افریقہ ہے۔ یہ دعا یاد کر لو اور اس یقین کے ساتھ پڑھنا شروع کر دو کہ جب یہ دعا حدیث میں آئی ہے جس کی مقبولیت میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا لیکن اس حدیث کو سمجھنے کے لیے دوسری حدیث کو ملانا پڑتا ہے کہ بغیر رزق کے کھائے ہوئے اگر ایک چاول بھی باقی ہے تو موت نہیں آسکتی۔ جب بندہ چاول کا ایک دانہ اور روٹی کے ایک ٹکڑے کا اپنا رزق مکمل کر لے گا تب اُس کو موت آئے گی۔

اِنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا

(شرح السنة للبغوی: ۱۴/ ۳۰۴)

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ نبوت سے اس کا اعلان ہے کہ کسی کو ہرگز موت نہیں آ سکتی جب تک کہ اپنا رزق جسمانی مکمل نہ کر لے۔ ان شاء اللہ اس دعا کی برکت سے روحانی رزق بھی مکمل ہو جائے گا۔

تو روحانی رزق کی دو قسمیں ہو گئیں، پہلے رزق کا نام ہے رزقِ اتباعِ حق اور دوسرے رزق کا نام ہے رزقِ اجتناب عن الباطل۔ رزقِ اتباعِ حق یہ ہے کہ حق پر چلنے کا حوصلہ، ہمت اور ارادوں کی بلندیاں نصیب ہو جائیں اور باطل سے بچنے کا رزق ہے اجتناب عن المعاصی یعنی تمام گناہوں سے بچنے کی ہمت ہو جائے کہ جان دے دوں گا، مگر اللہ کو ناراض کر کے ایسے کمینہ پن اور بے غیرتی سے میں باز آیا۔ اے خدا! ہم ایسی حیات سے پناہ چاہتے ہیں کہ آپ کو ناراض کر کے ایک اعشاریہ حرام لذت کو بھی اپنے دل میں لائیں۔ اب اختر کا شعر سنو؎

ہم ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتے ہیں
کہ جن سے رب میرا اے دوستو ناراض ہوتا ہے

نہیں ناخوش کریں گے رب کو اے دل تیرے کہنے سے
اگر یہ جان جاتی ہے خوشی سے جان دے دیں گے

دعائے سفر کی الہامی تشریح

دو مضمون ہو گئے۔ ابھی ایک اور مضمون باقی ہے، مگر دو تین منٹ میں بیان کروں گا۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ o وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ

(صحیح مسلم، کتابُ الحج، باب ما یقول اذا رکب)

جب آپ موٹر پر بیٹھتے ہیں تو یہ دعا پڑھتے ہیں۔ یہاں سبحان کی کیا ضرورت ہے؟

اس میں کیا راز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے تاکہ جانوروں پر جب سواری کرو تو کسی کو وسوسہ نہ آئے کہ جانور پر ظلم ہو رہا ہے، ایک گھوڑے پر اور دوسرا اونٹ پر بیٹھا چلا جا رہا ہے، جانور جانور پر سوار ہے، انسان بھی جان والا یہ بھی جان والا تو اس میں اللہ تعالیٰ نے اس اشکال کو رفع کیا کہ پاک ہے اللہ اس عیب سے کہ کسی مخلوق پر ظلم کرے، لہٰذا میں نے جائز کر دیا تو اب تم کیوں وسوسہ لاتے ہو۔ ہاں! اگر تم تین من کے ہو تو دو من کی کمزور گھوڑی پر مت بیٹھو۔

دلّی میں ایک بارات جا رہی تھی، تین من کا دولہا تھا۔ گھوڑی اس کے وزن کو سنبھال نہیں سکی، سسرال پہنچتے پہنچتے وہ گھوڑی بیٹھ گئی۔ سارے محلے میں شور مچ گیا کہ دولہا صاحب زمین بوس ہو گئے۔ گھوڑی ان کے وزن کو برداشت نہ کر سکی۔ تو پہلے دیکھ لو کہ تمہارے جانور میں کتنا تحمل ہے اور جانور پر بیٹھے بیٹھے باتیں بھی مت کرو۔ حدیثِ پاک میں ہے:

لَا تَجْعَلُوْا ظُهُوْرَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ

(ابو داؤد: كتاب الجهاد، باب: في الوقوف على الدابة)

اپنے جانوروں کی پشت کو منبر مت بناؤ۔ اتر کر بات کرو، بتائیے اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو بھی تکلیف سے بچانے کے لئے کتنی رعایت فرمائی ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ یہ اللہ کا دین ہے، کوئی انسان ایسا قانون نہیں بنا سکتا جس میں جانوروں کی بھی اتنی رعایت ہو۔

اس کے بعد ہے سَخَّرَ لَنَا هٰذَا، یعنی اللہ نے بندوں کے لئے مسخر کیا ہے۔ یہ جو سائنسدانوں کو عقل ملی کہ موٹر کی بریک یہاں لگا دو، یہاں پیر رکھ دو تو موٹر رک جائے گی، وہاں پیر رکھ دو تو چل پڑے گی۔ میاں! یہ ٹانگ کی اٹھان پٹانگ اوٹ پٹانگ نہیں ہے، یہ اللہ نے عقل دی ہے کہ بندوں کے لیے جاندار

اور بے جان کو مسخر کر دیا ہے۔ انسان لوہے پر بیٹھے ہوئے بھاگے جا رہے ہیں، انسان جاندار ہے مگر بے جان لوہے پر بیٹھا بھاگا جا رہا ہے، ہوائی جہاز پر بیٹھا اُڑا جا رہا ہے، بتایئے! لوہے میں جان ہے؟ ہوائی جہاز کے مٹیریل میں جان ہے؟ جبکہ اس میں تین چار سو حاجی بیٹھے چلے جا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ سب ہمارے لئے مسخر کیا، اس لیے ان کا شکریہ ادا کرو، اللہ تعالیٰ کا سَخَّرَ لَنَا ہی کافی تھا کہ ہم نے مسخر کیا، لیکن نہیں یہ جملہ ابھی کافی نہیں ہے، اعتراف کرو وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ اعتراف کرو کہ ہم اس کو مسخر نہیں کر سکتے تھے۔ اس میں زیادہ بندگی ہے، اس میں اپنی طاقت کی نفی ہے۔ میری طاقت کے سامنے اپنی طاقت کی نفی کرو، تب میری طاقت کا اعتراف تمہارے لئے مکمل عبادت ہو جائے گا۔ وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ہم اس کو مسخر نہیں کر سکتے تھے، یہ آپ کا کرم ہے کہ اونٹ، گھوڑے اور ہاتھی مسخر کر دیئے گئے۔

ایک انسان ہاتھی پر بیٹھا چلا جا رہا ہے۔ اگر سونڈ سے اتار کر ایک پیر رکھ دے تو حضرتِ انسان کا کیا حال ہوگا۔ دیکھو مرسیڈیز اللہ نے دی ہے تو شکریہ ادا کرو، اکڑ کر ڈرائیونگ نہ کرو، موڑ و ایسے نہیں کہ معلوم ہو کہ فرعون بے سامان بیٹھے ہوئے ہیں، تشکر غالب ہو۔ جیسے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف کے فتح کے وقت میں اتنا جھک گئے کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک اونٹنی کے کجاوے سے لگ گئی۔ عظمت الٰہیہ کا انکشاف ہو گیا کہ اے اللہ! آج تیری عظمت اور تیری قدرت کے صدقے میں مکہ شریف فتح ہو رہا ہے، کافروں کو بھی اعتراف کرنا پڑا۔ لہٰذا

وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ

اپنے رب کی طرف ہم کو جانا ہے، تم مرسیڈیز سے قیمتی نہیں بن سکتے

ہو، اپنی قیمت قیامت کے دن دیکھنا کہ مولیٰ کیا لگائے گا۔ غلاموں کی قیمت مالک لگاتا ہے، تم نے مرسیڈیز سے اپنی غلامی کی قیمت کیوں لگادی۔

مرسیڈیز پر میں نے آنکھوں سے دیکھا کہ بعض وقت انگریز کا کتا بھی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا ہے تو کتا اشرف المخلوقات نہیں ہوا بلکہ کتے کا کتا ہی رہا۔ بولو بھئی! مرسیڈیز پر اگر کتا جارہا ہو تو وہ کوئی بڑی VIP شخصیت ہوجائے گا؟ کیا اس سے دعائیں کراؤ گے کہ حضرت آج آپ مرسیڈیز پر جارہے ہیں، آپ کا مقام بہت اونچا نظر آرہا ہے، ذرا دعا میں یاد رکھنا تو مرسیڈیز پر بھی کتا تو کتا ہی رہے گا اور اگر گدھا بھی مرسیڈیز پر بیٹھا دو تو کیا انسان ہوجائے گا؟ بلکہ مرسیڈیز پر بھی گدھے کا گدھا ہی رہے گا اور ایک ولی اللہ کسی معمولی فوکس ویگن میں جارہا ہے تو بڑے بڑے شیر مرد اس کو سلام کریں گے، بڑے بڑے مرسیڈیز والے اس معمولی ویگن اور سوزوکی کو سلام کریں گے جس پر کوئی ولی اللہ جارہا ہے۔ بس مضمون ختم!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

دعا کرو اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے دے۔ دیکھو میں بیمار ہوگیا تھا، لیکن الحمدللہ! آج میں بہت صحت محسوس کررہا ہوں۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ

اے اللہ! آپ کی ساری نعمتوں کا شکر ہے کہ کبھی بیماری سے احساس کمتری ہوجاتا ہے کہ شاید اب میں نہیں بچوں گا، وسوسے شروع ہوجاتے ہیں، مگر پھر میرے سارے عالم کے دوستوں کی دعا لگ گئی۔ اللہ کا شکر ہے، الحمدللہ! آج مجھے کوئی کمزوری نہیں محسوس ہورہی، ابتداء تا انتہاء عالمِ شباب

محسوس کر رہا ہوں مگر روحانی شباب محسوس کر رہا ہوں، جسمانی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو باقی رکھے۔

ہم سلامت رہیں تم سلامت رہو

میری دُنیائے الفت سلامت رہے

اللہ تعالیٰ اس محبت کو مغفرت کا ذریعہ بنائے اور قیامت کے دن عرش کا سایہ دلائے۔ یہ اللہ والی محبت ہم سب کو دونوں جہان کی نعمتیں دے دے دنیا بھی دے دے آخرت بھی دے۔ اے اللہ آپ مالکِ دو جہاں ہیں ہم آپ سے دونوں جہان مانگتے ہیں، ہمیں دنیا میں بھی عزت و عافیت سے رکھیے اور ہر غم اور ہر پریشانی سے بچایئے اور آخرت میں بھی ہمیں اعلیٰ سے اعلیٰ درجات نصیب فرمایئے۔ اور سب سے بڑی دولت یہ ہے کہ آپ خوش ہوجائیں۔ اے خدا! اگر ہمیں یقینی ذرائع سے معلوم ہوجائے کہ آپ خوش ہیں تو ظالم ہوں کہ اس کے علاوہ میں آپ سے کچھ اور مانگوں۔ ہماری منتہائے منزل یہ ہے کہ آپ ہم سے خوش ہو جائیں۔ بولو بھئی! اللہ جس سے خوش ہوگا، کیا اس کو جہنم میں ڈالے گا؟ اسے تو جنت خود ہی مل جائے گی اور جنت کس لئے مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کے رہنے کی جگہ ہے، جنت عاشقانِ خداوند تعالیٰ کی رہائش ہے جہاں ان کو جنت سے بھی بڑھ کر نعمت ملے گی یعنی دیدارِ خداوند تعالیٰ شانہٗ

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

میری صحت اور عمر کی برکت کی دعا جاری رکھیے۔

......☆......☆......☆......

......☆......☆......

......☆......

شادی بیاہ کی رسومات کی اِصلاح

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

بی ۹۲، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستان جوہر، بلاک نمبر ۱۲، کراچی
www.hazratmeersahib.com

ظالموں کی دیکھ اُجڑی بستیاں

میرا سر ہے اور ان کا آستاں
کر رہا ہوں کس طرح آہ و فغاں

غم ہے کوئی یا کوئی کوہِ گراں
قلب نعرہ زن ہے سُوئے آسماں

جب زمیں پر ہو نہ تدبیرِ زماں
کیوں نہ جائے آہ سوئے آسماں

آہِ مظلومی سے ڈرنا چاہیے
ظالموں کی دیکھ اُجڑی بستیاں

آپ اختر پر رہیں بس مہرباں
کیا کریں گے یہ مرے نامہرباں

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میرا سر ہے اور اُن کا آستاں
میرے دل میں رازِ غم جو ہے نہاں
کر نہیں سکتا اسے ھرگز عیاں
اپنے رب ہی سے کہوں گا داستاں
ہے عبث مخلوق سے کرنا بیاں
داستانِ غم کا ہے وہ آستاں
بے خبر ہے جس سے یہ سارا جہاں
کون ہے اس غم کا میرے رازداں
ہاں مگر ہے باخبر ربِّ جہاں
بے خبر از قصۂ ہر دو جہاں
میرا سر ہے اور ان کا آستاں
ہے نظر اختر کی بس تیری طرف
منتظر ہے فضل کی یہ میری جاں
شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ